مجلس انصاراللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصارالدین

صلح-تبلیغ ۱۳۹۰ء ہجری شمسی جلد ۸-شمارہ نمبر۱ جنوری/فروری ۲۰۱۱ء

ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ لوگوں کو بچا لیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں۔ اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں۔

ملفوضات حضرت مسیح موعود علیہ اسلام جلد نمبر۳ صفحہ ۲۹۱

تمام ذیلی تنظیموں خدام، انصار اور لجنہ کے نظاموں کو بھی کہتا ہوں کہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنی امانت کا حق ادا کریں۔ صرف افرادِ جماعت سے کامل اطاعت کی امید نہ رکھیں بلکہ اپنے فرائض بھی احسن طریق پر ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہماری کوششیں مزید مربوط اور مضبوط ہوں گی اور پورے نظام کو ہم فعّال کرنے والے ہوں گے، ہر طرف سے کوشش ہو رہی ہو گی تو دعوتِ الی اللہ کا کام کئی گنا بڑھ سکتا ہے جس میں بہت زیادہ گنجائش ہے

خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ بنگلا دیش ۶ فروری ۲۰۱۱ء

Refresher Course London Region

Refresher Course Middlesex Region

Photo By: Dr. Doud Tahir

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 8 نمبر 1 جنوری تا فروری 2011ء

فہرست مضامین

انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ آخردم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاءاللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصار اللہ: **چودھری وسیم احمد**

مدیر اعلیٰ: **ڈاکٹر شمیم احمد**

مدیر (اردو): **محمود احمد ملک**

نائبین: **نوید احمد، حبیب الرّحمٰن غوری**

مدیر (انگریزی): **احد بھنو**

نائب مدیر: عمر احمد

مینیجر: **محمود علی مرزا**

ترسیل: فیاض احمد ملہی (انچارج)

زاھد احمد باجوہ، شہباز احمد، ارشد محمود، ادریس احمد بٹر، محمد اختر، عبدالواحد

کیا آپ!!

سیدنا حضرت امیر المومنین

خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کی بابرکت تحریک برائے ادائیگی دو نفل

پر عمل کر رہے ہیں؟

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

اداریہ

دعوۃ الی اللہ

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ یعنی اے رسول! تو لوگوں کو خدا کی طرف بُلا اس تعلیم کے ساتھ جو تجھ پر نازل کی گئی ہے۔ بظاہر اس میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے مگر یہ پیغام سب مومنوں کے لئے ہے کہ وہ آپ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں اور آپ کی اتباع میں ساری دنیا کو خدائے واحد کی طرف بُلائیں۔ قرآن کریم میں انبیاء کی تاریخ کے مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساری عمر اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اپنی اپنی قوم میں تبلیغ کرتے رہے اور بالآخر کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کی ساری زندگی دن رات تبلیغ اسلام میں بسر ہوئی اور یہی حال صحابہ رضوان اللہ کا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ہر طبقہ کے انسانوں کو خدائے واحد کا پیغام پہنچایا حتیٰ کہ مختلف ملکوں کے بادشاہوں کو بھی تبلیغی خطوط بھجوائے۔ یہی حال ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں دکھائی دیتا ہے کہ آپؑ کی زندگی کا ہر لمحہ دعوۃ الی اللہ میں بسر ہوا۔ آپؑ کی تحریریں اس بات پر گواہ ہیں کہ آپ نے اپنے آقا و مولیٰ کی پیروی میں دنیا کے ہر مذہب اور فرقہ کو اسلام کا پیغام پہنچایا اور بے شمار تبلیغی سفر اختیار کئے۔ نبی کریم ﷺ کے دل میں بنی نوع انسان کو خدائے واحد کی طرف بُلانے کی جو تڑپ موجزن تھی وہی ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں دکھائی دیتی ہے۔ آپؑ نے ہر طبقہ فکر حتیٰ کہ شاہانِ وقت کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ تبلیغ کے لئے آپؑ کی دلی تڑپ کا اندازہ اس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے:

''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے، لوگوں کو بچالیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں۔ اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جاویں''۔ (ملفوظات جلد سوئم صفحہ 291)

جماعت احمدیہ کا قیام دراصل اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی بنیاد ہے اور ہمارے لئے یہ لازمی امر ہے کہ ہم اپنے آقا محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے فرزندِ جلیل کے نقش قدم پر گامزن ہو کر دعوۃ الی اللہ کے کاموں میں مصروف رہیں اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ تبلیغ ہماری بقا کے لئے ایک لازمی امر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں تو ایک بیج بونے آیا ہوا اور وہ بیج میرے ہاتھوں سے بویا گیا اور اب یہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کی ترقی میں روک بن سکے اور یہ بھی سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ مگر ان وعدوں کے ساتھ ہماری ذمہ داری اَور بھی بڑھ جاتی ہے کہ ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہم انصار اللہ ہونے کا حق ادا کر رہے ہیں کہ نہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جو جماعتیں دوسروں کو اپنے اندر شامل ہونے کی دعوت کو فراموش کر دیتی ہیں وہ رفتہ رفتہ اپنی پہلی طاقت کو بھی کھو بیٹھتی ہیں۔ پس اس لحاظ سے ہمیں اندرونی اور بیرونی عوامل کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ اگر ہم نے دنیا پر اسلام کو غالب کرنا ہے تو ہم پر ازبس لازم ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے نقش قدم پر چلیں اور اس بات کا عہد کریں کہ اگر پہلے کوئی کوتاہی بھی سرزد ہوئی ہے تو اب ہم اس کا ازالہ کریں گے اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس اہم فریضہ کو سرانجام دینے کے لئے کام کریں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جماعت کو تبلیغ کے کاموں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا تھا:

''اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلامو! اور اے دینِ محمد ﷺ کے متوالو! اب اس خیال کو چھوڑ دو کہ تم کیا کرتے ہو اور تمہارے ذمہ کیا کام لگائے گئے ہیں۔ تم میں سے ہر ایک مبلغ ہے اور ہر ایک خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوگا۔ تمہارا کوئی بھی پیشہ ہو، کوئی بھی تمہارا کام ہو، دنیا کے کسی خطہ میں تم بس رہے ہو، کسی قوم سے تمہارا تعلق ہو، تمہارا اوّلین فرض یہ ہے کہ دنیا کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف بُلاؤ اور اُن کے اندھیروں کو نور میں بدل دو اور ان کی موت کو زندگی بخش دو۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو آمین''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 فروری 1983ء)

درس القرآن

دعوۃ الی اللہ کے متعلق قرآنی ہدایات

اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ. (سورۃ النحل آیت 126)

ترجمہ: (اور اے رسول) تو (لوگوں کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے اپنے رب کی راہ کی طرف بُلا۔ اور اس طریق سے جو سب سے اچھا ہو، ان سے (ان کے اختلافات کے متعلق) بحث کر۔ تیرا رب ان کو (بھی) جو اس کی راہ سے بھٹک گئے ہوں (سب سے) بہتر جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو (بھی سب سے) بہتر جانتا ہے۔

اسلام کے دورِ اوّل میں مسلمانوں کو تبلیغ کے لئے خدا تعالیٰ نے جابجا ایسی ہدایات فرمائیں جن کے نتیجہ میں وہ احسن طور پر تبلیغ کا فریضہ ادا کر سکیں۔ اس وقت مشرکوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے ایک ہی ہتھیار کافی تھا کہ شرک کا رد کرنے کے ساتھ ہی سب جھگڑوں کا فیصلہ ہو جاتا تھا مگر یہود و نصاریٰ کے پاس الٰہی کتب تھیں اس لئے فرمایا کہ ان کے ساتھ مقابلہ میں زیادہ مضبوطی کی ضرورت ہے۔ اس لئے پہلے یہ تاکید کی گئی کہ دعوۃ بالحکمت ہو۔ حکمت کے کئی معنی ہیں مثلاً علم، پختگی، عدل، نبوت، حلم اور بردباری یعنی ہر چیز جو جہالت سے روکے۔ فرمایا کہ حق کے ساتھ بلاؤ یعنی علمی باتوں کو بیان کرو یعنی پہلے نبیوں کے صحیفوں پر مسائل کی بنیاد رکھ کر بات کرو۔ افسوس مسلمانوں نے اس حکم کی طرف توجہ نہیں کی اور لوگوں سے سن سنا کر بائبل کے متعلق ایسے حوالے اپنی کتب میں لکھ دئے ہیں کہ یہود اور عیسائیوں کو آج تک ان کی وجہ سے اسلام پر حملہ کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔

دوسرے یہ فرمایا کہ پختہ بات بیان کرو یعنی ہر دلیل کو اچھی طرح جانچ لو اور جو پختہ اور مضبوط ہو اسی کو پیش کرو۔ عدل کے معنی کی رو سے یہ ہدایت فرمائی کہ کسی پر ایسا اعتراض نہ کرو جو تم پر بھی پڑتا ہو کیونکہ اوّل تو یہ انصاف سے بعید ہے دوسرے دشمن موقعہ پا کر بحث میں اس بات کو پیش کر دیتا ہے اور پھر شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔

حکمت کے معنی حلم کے بھی ہیں۔ فرمایا کہ نرمی کے ساتھ اور عقل سے کام لیتے ہوئے بات کیا کرو کیونکہ جو شخص ایسا نہیں کرتا بلکہ جلد تیز ہو کر غصہ اور جوش میں آجاتا ہے وہ دوسرے کو ہرگز نہیں سمجھا سکتا۔ نبوت کے معنوں کی رو سے یہ مطلب ہے کہ الٰہی کلام کی مدد سے لوگوں کو دین کی طرف بلاؤ۔ جو دلائل خود قرآن کریم نے دیئے ہیں انہی کو پیش کرو۔ اپنے پاس سے ڈھکوسلے نہ پیش کیا کرو۔ آہ! اگر اس گُر کو مسلمان سمجھتے تو یہودیت اور عیسائیت کو کھا جاتے۔ ہمارا ہتھیار قرآن کریم ہی ہے۔ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ (سورۃ فرقان) اس قرآن کی تلوار لے کر دنیا سے جہاد کے لئے نکل کھڑا ہو۔ پر افسوس کہ آج ہر چیز مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے لیکن اگر نہیں تو یہی تلوار جس کو لے کر نکل کھڑے ہونے کا حکم تھا۔

پھر فرمایا کہ ایسے طریق سے بات کیا کرو کہ جسے ہر کوئی سمجھ سکے اور اس کی غلط فہمی دور ہو سکے۔ لوگوں کے فہم اور ادراک کے مطابق بات کیا کرو۔ پھر ایسی بات کیا کرو جو سچی اور واقعات کے مطابق ہو۔ تبلیغ میں موقعہ اور محل کے مطابق بات کرنی بہت ضروری ہے۔ اگر بعض دلائل سے دشمن کے برانگیختہ ہونے کا خدشہ ہو اور خطرہ ہو کہ وہ تمہاری بات نہیں سنے گا تو مناسب نہیں کہ بلاوجہ سے چڑاؤ۔ تم اس کے سامنے دوسرے دلائل بیان کرو جن کو وہ ٹھنڈے دل سے سُن سکے۔ گویا بات کرتے وقت پہلے مزاج شناسی کر لیا کرو۔ اگر تم انہیں خوامخواہ بھڑکاؤ گے تو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

پھر فرمایا کہ ایسا کلام کرو جو دلوں کو نرم کر دیتا ہو اور جذبات کو ابھارنے والی بات کیا کرو یعنی صرف خشک باتیں ہی نہ ہوں بلکہ حکمت کے ساتھ بات کیا کرو اور جھوٹی غیرتیں نہ دلاؤ جیسے آج کل کے علماء کرتے ہیں۔ اس میں یہ بھی بات پائی جاتی ہے کہ اگر کوئی بات نہ مانے تو مایوس نہیں ہونا بلکہ تبلیغ میں منہمک رہنا چاہئے۔ نتیجہ نکالنا اور اثر پیدا کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد چہارم تفسیر سورۃ النحل صفحہ 274-272)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہر ناپسندیدہ بات دیکھ کر اصلاح کی کوشش کرو

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَن رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (مسلم)

ترجمہ: ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص کوئی خلافِ اخلاق یا خلافِ دین بات دیکھے تو اُسے چاہئے کہ اس بات کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ لیکن اگر اسے یہ طاقت حاصل نہ ہو تو اپنی زبان سے اس کے متعلق اصلاح کی کوشش کرے اور اگر اسے یہ طاقت بھی نہ ہو تو کم از کم اپنے دل میں اسے بُرا سمجھ کر (دعا کے ذریعہ) بہتری کی کوشش کرے۔ اور آپ فرماتے تھے کہ یہ سب سے کمزور قسم کا ایمان ہے۔

تشریح: اس حدیث میں جہاد کے بہت سے میدانوں میں سے ایک میدان کے متعلق جہاد کا طریق کار بیان کیا گیا ہے۔ یہ میدان قومی اور خاندانی اور انفرادی اصلاح سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ بہت سی دینی اور اخلاقی بدیاں اس لئے پھیلتی ہیں کہ لوگ انہیں دیکھ کر خاموشی اختیار کرتے ہیں اور ان کی اصلاح کے لئے کوئی قولی یا عملی قدم نہیں اُٹھاتے۔ اس طرح نہ صرف بدی کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک شخص کے بُرے نمونہ سے بیسیوں مزید آدمی خراب ہوتے ہیں۔ بلکہ لوگوں کے دلوں میں سے بدی کا رعب بھی کم ہونے لگتا ہے۔

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ قانونی طریق کے علاوہ سوسائٹی میں سے بدی کو مٹانے کے دو ہی بڑے ذرائع ہیں۔ ایک ذریعہ بزرگوں اور نیک لوگوں کی نگرانی اور نصیحت ہے جو بے شمار کمزور طبیعتوں کو سنبھالنے کا موجب ہو جاتی ہے اور دوسرا ذریعہ بدی کا وہ رعب اور ڈر ہے جو سوسائٹی کی رائے عامہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی لاتعداد لوگوں کو بدی کے ارتکاب سے روک دیتا ہے۔ مثلاً ایک بچہ بدصحبت میں مبتلا ہو کر خراب ہونے لگتا ہے۔ مگر اس کے والد یا والدہ یا کسی اور نیک بزرگ کی بروقت نگرانی اور نصیحت اسے گرتے گرتے سنبھال لیتی ہے یا ایک شخص اپنے اندر ایک خاص قسم کی بدی کی طرف میلان پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔ مگر اسے سوسائٹی کا رعب اور بدنامی کا ڈر اس میلان سے روک کر پھسلنے سے بچا لیتا ہے۔ اسی طرح اگر عملی نگرانی یا قولی نصیحت نہ بھی ہو تو نیک لوگوں کی خاموش دعائیں بھی خاندانوں اور قوموں کی اصلاح میں بڑا کام کرتی ہیں۔

پس اس حدیث میں آنحضرت ﷺ ان تینوں قسموں کے موجبات اصلاح کو حرکت میں لا کر مسلمانوں میں بدی کا رستہ بند کرنا اور نیکی کا رستہ کھولنا چاہتے ہیں۔ دنیا میں اکثر لوگ ایسے سست اور غافل اور بے پرواہ ہوتے ہیں کہ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کا کوئی عزیز یا دوست یا ہمسایہ برملا طور پر ایک خلافِ اخلاق یا خلافِ دین حرکت کرتا ہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے اور یہ خیال کر کے کہ ہم کسی عزیز یا دوست کا دل میلا کیوں کریں یا ہم کسی سے جھگڑا مول کیوں لیں یا ہمیں دوسروں کے ذاتی اخلاق سے کیا سروکار ہے۔ بالکل بے حرکت بیٹھے رہتے ہیں۔ اور بدی ان کی آنکھوں کے سامنے جڑ پکڑتی ہے اور پودے سے پیڑ اور پیڑ سے درخت بنتی چلی جاتی ہے مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ جو آگ آج ان کے ہمسایہ کے گھر میں لگی ہے کل کو وہی وسیع ہو کر اُن کے اپنے گھر کو بھی تباہ کر دے گی۔

الغرض ہمارے آقا آنحضرت ﷺ نے کمال حکمت اور دُور اندیشی سے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنے اردگرد بدی اور گناہ کی آگ دیکھ کر تماشہ بین بن کر نہ بیٹھے رہو۔ بلکہ اوّلاً اپنے ہمسایہ کے گھر کو اور پھر خود اپنے گھر کو بھی اس آگ کی تباہی سے بچاؤ اور آپؐ نے اس تبلیغی اور تربیتی جدوجہد کو تین درجوں میں منقسم فرمایا ہے اوّل یہ کہ انسان کو اگر طاقت ہو تو بدی کو اپنے ہاتھ سے روک دے۔ دوسرے یہ کہ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان کے ذریعہ نصیحت کر کے روکنے کی کوشش کرے اور تیسرے یہ کہ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر دل کے ذریعہ سے روکے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اس جگہ ہاتھ سے روکنے سے غیر اور لاتعلق لوگوں کے خلاف تلوار چلانا یا جبر کرنا مراد نہیں۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس پوزیشن میں ہو کہ وہ کسی بدی کو اپنے ہاتھ کے زور سے بدل سکے تو اس کا فرض ہے کہ ایسا کرے مثلاً اگر ایک باپ اپنے بچے کو کسی غلط رستہ پر پڑتا دیکھے یا ایک افسر اپنے ماتحت کو یا آقا اپنے نوکر کو بدی کے رستہ پر گامزن پائے تو اس کا فرض ہے کہ اپنے جائز اقتدار کے ذریعہ اس بدی کا سدِّ باب کرے۔ اور زبان سے روکنے سے نصیحت کرنا یا حسبِ ضرورت مناسب تنبیہہ کے ذریعہ روکنا مراد ہے۔ اور دل کے ذریعہ اصلاح کرنے سے محض خاموش رہ کر دل میں بُرا ماننا مراد نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے "دل کے ذریعہ بدلنے یا روکنے" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور یہ غرض ہرگز محض دل میں بُرا ماننے کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی۔ پس اس سے مراد دل کی دعا ہے جو اصلاح کا ایک تجربہ شدہ ذریعہ ہے اور آنحضرت ﷺ کا منشاء یہ ہے کہ اگر ایک انسان کسی بدی کو نہ تو ہاتھ سے روک سکے اور نہ ہی زبان سے روکنے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ کم از کم دل کی دعا کے ذریعہ ہی اصلاح کی کوشش کرے اور یہ جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دل کے ذریعہ روکنے کی کوشش کرنا سب سے کمزور قسم کا ایمان ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ محض دل کی دعا پر

(بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کلام الامام علیہ السلام

اپنے بھائی کی تحقیر ایک عظیم گناہ ہے

''تم اُس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خودنمائی سے اُن کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ .... خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آئے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اُس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور مَیں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ .... تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اُس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جائے۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19۔ صفحہ 13-12)

''بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان اُن میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں۔ جوان سے بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے مثلاً گلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اس کو بالکل ایک معمولی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف نے اس کو بہت بُرا قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا خدا تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کارروائی کرے جس سے اس کو حرج پہنچے۔ ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہو یا اس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو یہ سب برے کام ہیں''۔

(الحکم۔ جلد 10۔ نمبر 22۔ صفحہ 3۔ بتاریخ 24 جون 1906ء)

بقیہ: حدیث النبی ﷺ

اکتفا کرنا بہت کمزور قسم کی چیز ہے۔ اصل مجاہد انسان وہی سمجھا جا سکتا ہے۔ جو دل کی دعا کے ساتھ ساتھ خدا کی پیدا کردہ ظاہری تدابیر بھی اختیار کرتا ہے۔ جو شخص محض دعا پر اکتفا کرتا ہے اور بدی کو روکنے کے لئے کوئی ظاہری تدبیر عمل میں نہیں لاتا، وہ دراصل اصلاحِ نفس کے فلسفہ کو بہت سمجھا ہے۔ دعا میں بے شک بڑی طاقت ہے لیکن زیادہ مؤثر دعا وہ ہے جس کے ساتھ ظاہری تدبیر بھی شامل ہوتا کہ انسان نہ صرف اپنے قول سے بلکہ اپنے عمل کے ذریعہ بھی خدا کے فضل کا جاذب بن سکے۔

پس تمام سچے مسلمانوں کو چاہئے کہ آنحضرت ﷺ کے اس مبارک ارشاد پر عمل کریں۔ یعنی اگر ان کے سامنے کوئی ایسا شخص بدی کا مرتکب ہو جو اُن کا کوئی عزیز یا دوست یا ماتحت ہے تو اسے اپنے ہاتھ سے روک دیں اور اگر کوئی ایسا شخص بدی کا مرتکب ہونے لگے جسے ہاتھ سے روکنا ان کے اختیار میں نہیں بلکہ ہاتھ کے ذریعہ روکنا فتنہ کا موجب ہو سکتا ہے تو اُسے زبان کی نصیحت سے روکنے کی کوشش کریں۔ لیکن اگر اپنی کمزوری یا فتنہ کے خوف کی وجہ سے انہیں ان دونوں باتوں کی طاقت نہ ہو تو پھر کم از کم اس بدی کے استیصال کے لئے دل میں ہی سچی تڑپ کے ساتھ دعا کریں۔ افراد اور خاندانوں اور قوموں کی اصلاح کے لئے یہ تدبیر اتنی مفید اور اتنی مؤثر اور اتنی بابرکت ہے کہ اگر مسلمان اس پر عمل کریں تو ایک بہت قلیل عرصہ میں ملک کی کایا پلٹ سکتی ہے لیکن بدی کے نظاروں کو تماشے کے رنگ میں دیکھنے والا انسان ہرگز سچا مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا۔

فرمودات امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 3 ردسمبر 2010ء کو بمقام مسجد بیت الفتوح لندن میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میں ان تمام احمدیوں سے کہتا ہوں جو آج کل مختلف قسم کی تکالیف کے دور سے گزر رہے ہیں۔ جو مجھے خط لکھتے ہیں اور مخالفین کی کمینی حرکات سے بچنے کے لئے دعا کے لئے کہتے ہیں کہ اپنی دعاؤں میں وہ بھی مزید توجہ پیدا کریں۔ جو لوگ براہ راست تکلیفوں میں گرفتار نہیں ہیں وہ بھی اپنے بھائی ،اپنی بہنوں اور اپنے بچوں کی تکالیف کا خیال کرتے ہوئے ان کے لئے دعائیں کریں۔ صرف اپنے نفس کو ہی سامنے نہ رکھیں ،صرف اپنی مشکلات جو دنیاوی مشکلات ہیں اُنہیں ہی سامنے رکھتے ہوئے پریشان نہ ہو جایا کریں بلکہ ظلم کی چکی میں پسنے والے اپنے بھائیوں ،اپنی بہنوں اور بچوں کو سامنے رکھیں۔ ہمدردی کے جذبے سے کی گئی یہ دعائیں آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا وارث بنائیں گی۔ حقیقی ہدایت یافتہ تو وہی ہے جو حقیقی مؤمن ہے اور حقیقی مومن وہ ہے جو اپنے مؤمن بھائی کے درد کو بھی ،اُس کی تکلیف کو بھی اپنے درد اور اپنی تکلیف کی طرح محسوس کرتا ہے۔ جس طرح جسم کا ایک عضو تکلیف میں ہو تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے اس طرح ایک مؤمن دوسرے مؤمن کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے۔ پس ان حالات میں دنیا بھر کی جماعتوں کے تمام افراد کو میں خاص طور پر اپنے مظلوم اور تکلیف اور مشکلات میں گرفتار بھائیوں کے لئے دعاؤں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ہر احمدی کم از کم دو نفل روزانہ صرف ان لوگوں کے لئے ادا کرے جو احمدیت کی وجہ سے کسی بھی قسم کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ جو ظالمانہ قوانین کی وجہ سے اپنی شہری اور مذہبی آزادیوں سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح جماعتی ترقی کے لئے بھی خاص طور پر دعائیں کریں۔

پس اگر ہر احمدی اپنے دل کی بے چینی کو خدا تعالیٰ کے حضور پہلے سے بڑھ کر پیش کرے گا تو وہ خود مشاہدہ کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر اس پر کس طرح پڑ رہی ہے۔ پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے حصار میں لے لے گا۔

بعض طلباء بھی مجھے خط لکھتے ہیں، طالبات بھی لکھتی ہیں کہ ہمارے کالجوں ،سکولوں ،یونیورسٹیوں میں ہمارے ساتھی غیر از جماعت طلباء و طالبات ہمیں تنگ کرتے ہیں، مختلف قسم کے طعنے دیتے ہیں۔ پڑھائی میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ حتی کہ جو ٹیچرز اور پروفیسر ہیں وہ بھی اتنی گھٹیا سوچ کے ہو گئے ہیں کہ اپنے پیشے کی اخلاقیات کو بھی بھول گئے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ استاد ایک خاص عزت کا مقام رکھتا تھا ،اس کی ایک پہچان تھی۔ قطع نظر مذہب کے ہر طالب علم کا ہمدرد بن کر اس کے علم کی پیاس بجھانے کی کوشش کرتا تھا اور یہ ایک استاد کے فرائض تھے۔ لیکن آج اخلاقیات کے دعویدار اور اپنے آپ کو سب سے اچھا مسلمان کہنے والے اپنے معزز پیشے کی بھی دھجیاں اڑا رہے ہیں اور اس پر پھر دعویٰ بھی ہے کہ یہ مذہبی غیرت ہے جس کا اظہار ہم کر رہے ہیں۔ یہ مذہبی غیرت نہیں، یہ جہالتوں کی انتہا ہے۔ جو شخص اپنے پیشے سے انصاف نہیں کر سکتا اس نے اسلام کی بنیادی تعلیم ہی نہیں سمجھی۔ جو شخص اپنے کینے اور بُغض کی وجہ سے انصاف کو قائم نہیں رکھ سکتا وہ اسلام کی بنیادی تعلیم سے بھی روگردانی کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا (المائدہ: 9) کہ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس کام پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف سے کام نہ لو۔ پس یہ لوگ پڑھے لکھے جاہل ہیں جو جاہل ملاؤں کے پیچھے چل کر نہ صرف یہ کہ اپنے پیشے سے بے انصافی کر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کی بھی نافرمانی کر رہے ہیں۔ اور پھر دعویٰ یہ ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔ پس ایک مومن کے لئے ان تمام ظلموں اور زیادتیوں کا ایک ہی حل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جائیں۔ یارِ نہاں میں نہاں ہونے کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں، اس میں ڈوب جائیں۔''

''سرالخلافہ'' کا تعارف وخلاصہ

(داؤد احمد عابد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے عربی زبان میں اعجازی طور پر بیان کی قوت عطا فرمائی۔اسی قوت کی بناء پر آپ نے عربی زبان میں متعدد کتابیں تالیف فرمائیں جن میں سے ایک کتاب ''سرالخلافہ'' ہے۔جس میں آپ نے حکم و عدل کے طور پر خلافت کے اہم مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے جو اہل سنت اور شیعوں میں نزاع کا بنیادی سبب ہے۔چنانچہ اس کتاب کی ابتداء ہی میں آپ فرماتے ہیں:

''یہ کتاب شیعہ اور اہل سنت لوگوں میں فیصلہ کرتی اور خلافت کے معاملہ میں حق کی طرف بلاتی ہے۔''

ان کتب کی تالیف کی بابت آپ فرماتے ہیں:

''میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ یہ رسائل جو لکھے گئے ہیں تائید الٰہی سے لکھے گئے ہیں۔میں ان کا نام وحی اور الہام تو نہیں رکھتا مگر یہ تو ضرور کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی خاص اور خارق عادت تائید نے یہ رسالے میرے ہاتھ سے نکلوائے ہیں۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تالیف فصیح وبلیغ عربی زبان میں 1894ء میں شائع فرمائی۔اس میں حضور علیہ السلام نے دلائل قطعیہ سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم چاروں خلیفہ برحق تھے۔لیکن حضرت ابوبکر سب صحابہ سے اعلیٰ شان رکھتے تھے اور اسلام کے لئے آدم ثانی تھے۔اور بنظر انصاف دیکھا جائے تو آیت استخلاف کے حقیقی معنوں میں وہی مصداق تھے۔چنانچہ اس امر کو آپ نے اس کتاب میں شرح وبسط سے ذکر فرمایا ہے۔حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر شیعہ صاحبان کی طرف سے غصب وغیرہ کے جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کے مدلل اور مسکت جوابات بھی دیئے ہیں۔نیز ان کے اور باقی صحابہ کے فضائل کا بھی ذکر فرمایا ہے۔اور شیعوں کی غلطی کو روز روشن کی طرح ظاہر کیا ہے۔

نیز آپ نے عقیدۂ ظہور مہدی کا ذکر کر کے اپنے دعویٰ مہدویت پر شرح وبسط سے بحث کی ہے۔

حضور فرماتے ہیں کہ یہ کتاب ہر اس شخص کے لئے سِرّ خلافت ہے جو آگہی کے طریق کا خواہاں ہے۔

اس کتاب کا آغاز آپ نے خدا تعالیٰ کی حمد وثنا اور تقدیس وتمجید سے کیا ہے۔پھر خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ ہم تیرے پاس اسباب سے آزاد ہو کر آئے ہیں،دل میں ان لوگوں کے لئے غم وحزن چھپائے ہوئے جو سراب پر بیٹھے ہیں اور تازہ پانی کے چشمہ اور سیدھی راہ سے غافل ہیں،اور متکبر ہیں۔

اپنے آقا ومطاع ﷺ کی امت کی زبوں حالی کو دیکھتے ہوئے اس دکھ کو تضرعات میں ڈھال کے اپنی روح کو آستانۂ الوہیت پر رکھ کر اپنے جذبات کا اظہار حضرت احدیت کے حضور یوں کرتے ہیں:

اے میرے ربّ! تو امت محمد ﷺ پر رحم فرما،اور ان کی حالت کی اصلاح فرمادے،اور ان کے دل پاک کردے اور ان کے اضطراب اور گھبراہٹ کو دور کر دے۔اور اپنے نبی اور حبیب محمد خاتم النبیین اور خیر المرسلین پر اور آپ کی طیب اور طاہر آل اور اصحاب جو اس ملت اور دین کے عمائد ہیں اور اپنے تمام صالح بندوں پر درود،سلامتی اور برکت بھیج۔آمین

پھر موجودہ زمانے میں اسلام کے فتنوں میں گھرے ہونے کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا ہے اور فتنے زور پکڑ گئے ہیں۔اور جھوٹے لوگوں کی آنکھوں کی پتلیاں صادق لوگوں پر غصہ کے باعث اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہیں۔اور بدبخت لوگوں کی گالیں صالحوں پر سرخ ہوگئی ہیں۔

پھر اپنے دعویٰ کی بابت فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے مأمور فرمایا اور مجھے میرے اس صدی کے مجدد ہونے اور اس امت کے مسیح موعود ہونے کی بشارت دی اور میں نے مسلمانوں کو اس واقعہ کی خبر دی تو وہ جاہلوں کی طرح شدید غضبناک ہوگئے،اور جلد بازی میں بدظنی سے کام لیا اور کہا کہ یہ کذاب اور مفتریوں میں سے ہے......اور ہر شخص نے مجھے دھتکارا سوائے اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کے جس نے مجھے بلایا اور مجھے ہدایت دی۔سو اس نے اپنی نظروں کے سامنے رکھ کر میری حفاظت کی، اور اپنی دلی عنایات سے مجھے پروان چڑھایا،اور مجھے محفوظ لوگوں میں سے بنا دیا۔ اور جبکہ میں اہل سنت لوگوں کے تیروں سے بچتا پھر رہا تھا اور ان سے انواع واقسام کی طعن وتشنیع سن رہا تھا،اسی اثناء میں مجھے بعض شیعہ احباب کے جو اس فرقہ کے علماء میں سے ہیں خطوط ملے۔اور انہوں نے مجھ سے خلافت اور خاتم الآئمۃ کے بارہ میں سوال کیا...... سو انہوں نے نہایت پرشوق خط بڑی لگن کے ساتھ تحریر کئے، اور لکھا کہ جلدی سے ایسی کتاب لائیں جو ہمیں سیراب کرے اور ہمیں بہت پرزور دلائل مہیا کرے۔پھر انہوں نے مسلسل خطوط ارسال کئے،یہانتک کہ میں نے ان میں بریاں دل کی حرارت محسوس کی......سو ان کو سمجھانا میں اپنے اوپر واجب حق اور ضروری قرض کی مانند پایا جو سوائے ادا کرنے کے ساقط نہیں ہوتا۔اس لئے میں نے یہ جلدی سے رسالہ لکھا باید کہ اللہ تعالیٰ ان کی کیفیت کو سدھار دے اور ان کی حالت کو بدل ڈالے۔اور تاکہ میں ان کے لئے وہ باتیں کھول کر بیان کروں جن میں انہوں نے اختلاف کیا ہے،اور تا میں انہیں خلافت کے سربستہ راز سے آگاہ کروں۔

اپنی اس تالیف کو آپ کیسے ضبط تحریر میں لائے آپ بیان فرماتے ہیں:

میرے ربّ کے لطف نے میرے حواس اور اسرار کے ادراک کی قوت کی اس حال میں تجدید فرمائی کہ وہ میرا یار غار اور ودود ہوگیا،اور میں نے اسے اپنا کل وجود سپرد کردیا،اور اس سے کل دقائق واسرار کا علم لے لیا،اور تمام نظریاتی اور فکری

باتوں میں اس سے رنگ لے لیا۔ میں نے اپنی توجہ کو قوم وملت کے جمیع مابہ النزاع مسائل کی طرف پھیرا اور ہر معاملہ کے سبب وعلت کی چھان پھٹک کی اور بحث وتمحیص اور تحقیق میں معاملہ کی تہہ تک پہنچنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ میں نے جانا کہ لوگوں نے ان امور میں فیصلہ کر کے غلطی صرف اور صرف اسلئے کھائی کہ وہ کسی ایک فریق کی جانب دوسرے فریق کو بھول کر جھک گئے ۔ سوانہوں نے ایک گروہ کو بنا کسی علم کے بڑا گردانا اور بالمقابل اس کے مخالف کو چھوٹا اور حقیر مان لیا۔

آپ نے بتایا کہ اس امر کا سب سے بڑا سبب دلوں کی سختی اور ان کا گناہوں کی طرف میلان ہے...... اور یہی وہ وجوہات اور اسباب ہیں جنہوں نے لوگوں کو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کی اجازت سے ان اوہام کے زائل کرنے اور بیماریوں کے علاج کے لئے اٹھا تو وہ لوگ اپنی جہالت کے باعث مارے غصہ کے پھٹ پڑے ...... اور میرے خلاف کفر کے فتوے جاری کر دیئے ...... میں نے جب بھی انہیں نصیحت کی انہوں نے ان سنی کر دی۔

حضور علیہ السلام نے اس پر دین کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے کتب تالیف فرمائیں جنہیں لطائف، اسرار اور براہین ودلائل سے لبالب کر دیا، مگر اس پر بھی ان لوگوں نے وعظ ونصیحت سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔

جب انہیں حجت کو تمام ہوتے دیکھا تو یہ اعتراض کر دیا کہ داعیِ اسلام مجدد کے لئے ضروری ہے کہ وہ عالم وفاضل لوگوں میں سے ہو، مگر یہ شخص تو عربی کا حرف بھی نہیں جانتا۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان کی یہ بات سچ تھی، اس پر میں نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اگر وہ چاہے تو مجھے سکھلا دے، سو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو بپایۂ قبولیت جگہ دی اور میں اس کے فضل سے اس زبان کا عارف اور ماہر ہو گیا۔ اور اس زبان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مأمور ہوتے ہوئے دو کتابیں تالیف کیں اور کہا کہ اے دشمنو! اگر تم علماء وادباء میں سے ہو تو اس کی نظیر لا کے دکھاؤ، مگر وہ اس شخص کی طرح چھپ گئے جو عین کسمپرسی کی حالت میں مقروض ہو جائے۔

پھر حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں کہ میں نے ان ایام میں بعض علماء کرام کو پایا ہے کہ انہوں نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ ان کے ربّ نے انہیں عین صواب کی راہ کی ہدایت عطا فرمائی ہے، سو وہ پورے اخلاص سے میرے پاس آئے اور یقین کا جام پیا اور شیریں پانی کے بہتے چشمے سے سیراب ہوئے۔

حضور علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ خود کو اتباع اہل بیت اور شیعہ کہلانے والوں نے کبار صحابہ کی جماعت اور آنحضورﷺ کے خلفاء اور اس ملت کے آئمہ کے بارہ میں باتیں کی ہیں اور انکے قول وعقیدہ کی بابت بہت غلو سے کام لیا ہے...... اور ان کو سب وشتم کرنا سب حسنات سے بڑھ کر گردانا ہے بلکہ اعلیٰ درجات کے حصول کا ذریعہ مانا ہے...... قدرت کی طرف سے ایسا ہوا کہ ان میں سے ایک عالم میرا استاد تھا، سو مجھے ان میں دن رات وقت گذارنے کا موقعہ ملا، میں نے ان سے بارہا بحث وتمحیص کی، سو ان کی کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہ رہی ...... میں نے دیکھا کہ وہ لوگ کبار صحابہ سے عداوت رکھتے ہیں ...... اور ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ شیخین کی طرف مذمت اور عیب کی باتیں منسوب کرنے میں بڑھتے جائیں، سو کبھی وہ لوگوں کے سامنے واقعۂ قرطاس کو پیش کریں گے تو کبھی فدک کے معاملہ کی طرف اشارہ کریں گے۔ اس میں بھی جھوٹ ملاتے رہتے ہیں۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں سے اعراض کرتا تھا...... اور خدا تعالیٰ کے حضور اپنی تضرعات پیش کرتا تھا کہ وہ مجھے ان خصومات کی بابت علم میں بڑھائے چنانچہ اس کریم وحکیم نے مجھے رشد وہدایت سکھلائی۔

پہلا باب

دربارۂ خلافت

فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خلافت کے بارہ میں حقیقی علم عطا فرمایا ہے...... اور اس نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی سب اہل صلاح وایمان تھے، اور ان لوگوں میں سے تھے جن کو خدا تعالیٰ ترجیح دیتا ہے اور وہ خدائے رحمان کے مواہب سے خاص کئے جاتے ہیں۔

پھر حضور ان کی بہت سی صفات بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آج میں آثار واخبار سے بحث نہیں کروں گا کہ ان کے ذیل میں بھرے ہوئے سمندر کی طرح بہت سی باتیں آتی ہیں ...... بلکہ میں آج وہ باتیں بتاؤں گا جو میں نے اپنے رب سے سیکھی ہیں شاید کہ اللہ تعالیٰ ان اسرار کی طرف آپ کی رہنمائی کرے۔

فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ صالحوں میں سے تھے اور جس نے انہیں اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہو گیا۔ اور جس نے بھی ان سے سب وشتم سے کام لیا اور لعن طعن سے باز نہ آیا اس نے اپنے آپ پر ہی ظلم کیا، اور اللہ تعالیٰ ہی سے دشمنی کی۔ سب صحابہ بریٔ ہیں سو ان راہوں پر جسارت نہ دکھلاؤ کیونکہ یہ سب سے زیادہ ہلاک کرنے والی ہیں۔۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس نے شیخین اور تیسرے ذوالنورین سب کو اسلام کے لئے باب اور آنحضورﷺ کی فوج کے سپہ سالار کا درجہ دیا ہے سو جس کسی نے بھی ان کی بلند شان کا انکار کیا اور ان کی برہان کو حقیر گردانا اور ان سے ادب سے پیش نہ آیا بلکہ ان کی اہانت کی اور سب وشتم کے درپے ہوا اور زبان درازی کی تو میں اس کے بدانجام اور سلب ایمان کا خطرہ محسوس کرتا ہوں۔

...... پاس میں کوئی شک نہیں کہ وہ لوگ آنحضورﷺ کے حقیقی متبعین اور امت وسط تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی مدح سرائی فرمائی ہے اور اپنی روح سے ان کی تائید فرمائی جیسا کہ وہ اپنے تمام چنیدہ لوگوں کی تائید کرتا چلا آیا ہے......

قرآن کریم ان کی تعریف وثنا کرتا ہے اور انہیں ان جنتوں کی بشارت دیتا ہے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں، اور انہیں اصحاب الیمین اور السابقون جیسے القاب سے یاد فرماتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ایمان انہیں محبوب کر دیا تھا اور کفر فسوق اور نافرمانی انہیں ناپسند کروادی تھی......

حضور مزید فرماتے ہیں کہ میری باتوں کی درشتی اور ان کی کڑواہٹ کی طرف توجہ مت کرو بلکہ اس دلیل کو سوچو جو میں نے پیش کی ہے۔

فرماتے ہیں کہ مسلمان اگر آپس میں ایک دوسرے سے برسر پیکار ہوں بھی تو اللہ تعالیٰ انہیں مسلمان کے نام سے یاد کرتا ہے اور دونوں میں سے کسی کو مرتد بھی

قرار نہیں دیتا۔ (الحجرات آیات 10 تا13) سو کیونکر تم لوگ بعض جھگڑوں کی بناء پر مومنوں کی تکفیر کرتے ہو۔

حضور نے قرآن کریم کی بہت سی آیات پیش فرما کر صحابہ کی علومرتبت ظاہر کی اور فرمایا کہ ان آیات میں تدبر کرو، شاید کہ اسی سے اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت سے نواز دے۔

فرمایا کہ جس نے یہ گمان کیا کہ صدیق اکبراور فاروق اعظم نے علی المرتضیٰ اور فاطمۃ الزہراء پر ظلم کیا اس نے انصاف کو چھوڑ دیا اور ظلم و تعسف سے کام لیا۔ یہاں حضور نے صحابہ کی آنحضورﷺ کی خاطر بے مثال قربانیوں کا ذکر کر کے انہیں زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کیونکر یہ گمان کر سکتے ہیں کہ انہوں نے چند درختوں کی خاطر آنحضور ﷺ کی جگر گوشہ کو غصہ دلایا۔

فرمایا کہ شیعہ علماء کا ایک گروہ شاید یہ کہتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت قرآن وسنت سے ثابت نہیں جبکہ شیر خدا امام علی المرتضیٰ کی خلافت بہت سے طریقوں سے اور قوی دلائل سے ثابت ہے۔ جس سے مراد یہ ہوا کہ وہ تینوں غاصب اور ظالم تھے اور ان کی خلافت آنحضورﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیعوں کے ہاتھ میں اس دعویٰ کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ میں نے قرآن کریم کی آیات پر بہت غور و تدبر کیا ہے اور پایا ہے کہ اس بارہ میں آیت استخلاف جیسی کوئی آیت نہیں اور میں نے استنباط کیا کہ یہ اس امر میں سب سے عظیم آیت ہے۔

پھر حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کے ثبوت میں آیات قرآنیہ سے دلائل پیش کرتے ہوئے آیت استخلاف اور اس کے بعد کی چند آیات درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور عورتوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ بعض مومنوں کو اپنے فضل و رحم سے خلیفہ بنائے گا اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ اور یہ وہ امر ہے جس کا کامل طور پر مصداق ہم خلافت حضرت ابوبکر صدیق کو ہی پاتے ہیں۔ سو جیسا کہ اہل تحقیق پر پوشیدہ نہیں کہ آپ کی خلافت کا وقت خوف اور مصائب کا وقت تھا۔ کیونکہ جب آنحضورﷺ فوت ہوئے تو اسلام اور مسلمانوں پر بہت سے مصائب آن پڑے، بہت سے منافق مرتد ہو گئے، ان کی زبانیں دراز ہو گئیں اور کئی مفتریوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا، اور ان کے ساتھ کئی بدو لوگ جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسیلمہ کے ساتھ بھی ایک لاکھ کے قریب جاہل و فاجر لوگ جا ملے......سو ان حالات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاکم زمان اور خلیفۂ خاتم النبیین بنایا گیا......ایسے میں آپ کے آنسو چشموں کی طرح رواں ہوتے اور آپ اللہ تعالیٰ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر مانگا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میرے والد کو خلیفہ بنایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے امارت ان کے سپرد کی ......تو جو مصائب آپ پر نازل ہوئے وہ اگر پہاڑوں پر نازل ہوتے تو وہ ٹوٹ پھوٹ کر گر جاتے اور ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ مگر آپ کو انبیاء کا سا صبر دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت آ گئی اور جھوٹے مدعی نبوت قتل اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے، اور فتنے زائل کر دیئے گئے، مشکلات حل کر دی گئیں اور خلافت ٹھیک طور پر قائم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو آفت سے نجات دی اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیا اور ان کے دین کو ان کی خاطر تمکنت بخشی...... یہ سب حضرت ابوبکر صدیق کے صدق اور آپ کے گہرے یقین کے باعث ممکن ہوا۔ اور خدا کی قسم کہ وہ اسلام کے لئے آدم ثانی اور آنحضور ﷺ خیرالانام کے مظہر اول تھے۔ وہ نبی تو نہیں تھے مگر ان میں انبیاء کے قویٰ تھے۔

یہاں حضور بتاتے ہیں کہ یہ آیات سب کی سب حضرت ابوبکر صدیق کے بارہ ہی میں خبر دیتی ہیں اور یہ آیات مستقبل کے بارہ میں پیشگوئیاں تھیں تا کہ اپنے پورا ہونے سے مومنوں کو ایمان میں بڑھائیں۔

حضور مزید فرماتے ہیں کہ چونکہ اس بارہ میں بات بہت بڑھ چکی ہے اور جھگڑا مار کٹائی اور جنگ و جدل کی حدود کو بھی پار کر چکا ہے اس لئے میں اب اہل شیعہ کو ایک امر کی طرف بلاتا ہوں کہ ہم کسی میدان میں اکٹھے ہوں اور رب قہار کے حضور تضرع اختیار کرتے ہوئے جھوٹے پر لعنت ڈالیں۔

''سو اگر ایک سال تک میری دعا کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا تو میں ہر سزا قبول کرنے کو تیار ہونگا، اور یہ اعتراف بھی کرونگا کہ وہ سچے تھے، اس کے علاوہ میں انہیں پانچ ہزار سکہ رائج الوقت ادا کرونگا''۔

مزید فرماتے ہیں کہ اگر تم لوگوں کی دانست میں ان آیات کا کوئی اور مصداق ہے تو اگر تم سچے ہو تو اس کی حقیقی خبر تو لاؤ!......تم لوگ کیونکر اس شخص پر لعنت کرتے ہو جس کی صداقت خود خدائے تعالیٰ ثابت کر چکا ہے......

پھر فرمایا: صدیق کی مسلمانوں کی گردنوں پر دیگر بھی بے حد و شمار حسنات و برکات اور احسانات ہیں جن کا انکار صرف وہی کر سکتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔ جیسے اسے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے امن کا موجب بنایا......اسی طرح اسے سب سے پہلا حامی قرآن و خادم فرقان اور تابع کتاب اللہ المبین بنایا۔ سو آپ نے قرآن کریم جمع کرنے اور اس کی ترتیب کے بارہ میں خدا تعالیٰ سے اطلاع پانے کے لئے کوشش کا حق ادا کر دیا......

آپ کی حسنات اور خصوصی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کو ہجرت کے موقعہ پر سفر کی مرافقت کے لئے چنا گیا اور آپ کو آنحضورﷺ کی تنگی اور دشواری کی حالت میں شریک اور عین مصیبت کے دوران ہمدم و انیس خاص بنایا گیا تا آپ کا محبوب خداﷺ کے ہاں خصوصی رتبہ ثابت ہو۔ اس میں راز یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ابوبکر صدیق سب صحابہ سے زیادہ شجاع متقی اور آنحضورﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے......اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ثانی اثنین کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔

پھر حضور نے آپ کے متعدد محاسن گنوائے جن میں آپ کا غزوات میں شرکت کرنا، ہر گرم سرد میں ہمیشہ آپﷺ کے ساتھ ہونا اور آپﷺ کا آپ کے صدق کے باعث آپ کی مدح سرائی کرنا وغیرہ امور شامل ہیں اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منفرد بنایا تھا۔ اس ضمن میں حضورؑ نے آیت **الّا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللّٰہ معنا ...... واللّٰہ عزیز حکیم.** کو بطور شاہد کے

پیش فرما کر اس پر تدبر کرنے کا ارشاد فرمایا ہے کہ کیا کسی اور کو ثانی اثنین یا صاحب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے کس بنا پر ان کو خلافت کی ابتداء کے لئے چنا؟

اس سوال کا جواب ارشاد فرماتے ہوئے حضور تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضیٰ آنحضورﷺ کے ساتھ ہی ایک کامل مطیع دل کے ساتھ اس قوم میں سے ایمان لائے تھے جو مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ابھی آنحضورﷺ تنہا تھے۔ جب ابھی فساد بہت تھا، سو اس کے بعد ابوبکر صدیق نے انواع واقسام کی ذلت ورسوائی اور قوم، قبیلے، رشتہ داروں اور دوست احباب کی لعنت سنی، اور خدائے رحمٰن کی راہ میں بہت اذیت دیئے گئے، اور انس وجن کے نبی کی طرح اپنے وطن سے نکالے گئے۔ آپ نے غیروں کی طرف سے بہت سے مصائب اور اپنوں کی طرف سے بہت لعنت ملامت برداشت کی، اور اپنے مال وجان سے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ اور معزز اور ناز ونعم میں پلے ہونے کے باوجود تذلل کی زندگی گذاری، اور امیر ہونے کے بعد فقراء اور مساکین کی طرح ہوگئے۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ وہ انہیں ان ایام کی جو ان پر گذر چکے تھے جتنا آپ سے کھویا گیا تھا اس سے بڑھ کر جزا دکھائے، اور آپ نے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں مشکلات دیکھیں ان کا اجر دکھلائے، کہ اللہ محسنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ سو اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیفہ بنا دیا اور آپ کا ذکر بلند کیا اور آپ کو تسلی دی اور اپنی رحمت اور فضل سے آپ کی عزت افزائی فرمائی اور آپ کو امیر المؤمنین بنا دیا''۔

پھر حضور فرماتے ہیں کہ صحابہ سب کے سب آنحضورﷺ کے اعضاء کی طرح تھے، سو جو یہ کہتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ کافر، منافق یا غاصب تھے تو وہ سب صحابہ کی تکفیر کرتا ہے کیونکہ سب صحابہ نے حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضیٰ کی بیعت کی تھی۔ نیز اس سے زیادہ جاہل کون ہوسکتا ہے کہ جو گمان کرے کہ آنحضورﷺ کے بعد سب مسلمان مرتد ہوگئے تھے، گویا وہ اسلام کی فتح ونصرت کے ان تمام وعدوں کی جو خدائے پاک کی کتاب میں مذکور ہیں تکذیب کرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ ان کا ایمان کیا ہے! وہ خلفائے ثلاثہ کو منافق اور مرتد بھی مانتے ہیں ساتھ ہی قرآن کریم بھی انہیں لوگوں کے توسط سے انہیں ملا ہے، پھر یہ لازم تھا کہ یہ لوگ یہ اعتقاد رکھتے کہ جو قرآن لوگوں کے پاس ہے وہ کچھ چیز نہیں ہے۔ پس اگر یہی بات ہے تو ان کے ہاتھ میں اللہ کی طرف سے کونسی کتاب ہے۔ سو ثابت ہوا کہ یہ لوگ محروم ہیں جن کا کوئی دین اور کوئی کتاب نہیں۔

فرماتے ہیں کہ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ صحابہ آنحضور خاتم النبیین کے بعد مرتد ہوگئے تھے اور شریعت اسلامیہ پر سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور چند ضعیف لوگوں کے کوئی نہیں بچا تھا اور انہوں نے بھی ایمان لانے کے باوجود اس حقیر دنیا کی خاطر دشمنوں سے بچنے یا فوائد کے حصول کے لئے تقیہ کرلیا تھا تو یہ امر اسلام پر سب سے بڑے مصائب میں سے ایک ہے۔

حضور فرماتے ہیں کہ ہم تمام مخلوق کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم اس قسم کے عقائد سے بری ہیں اور ہمارے نزدیک یہ کفر کے مقدمات میں سے ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ زندگی کے تمام مصائب میں آنحضورﷺ کا ساتھ دینے کے بعد انہیں وفات کے بعد بھی آنحضورﷺ کی مصاحبت کا شرف حاصل ہے۔ تو گویا نہ صرف اس دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی اذیت ناک ہمسائیگی عطا کردی۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ پاک لوگ پاکوں کے امام کے ساتھ رہے۔ اور آنحضورﷺ کی قبر تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

فرمایا کہ کیا تیرا دل کرتا ہے کہ کافروں کے درمیان میں تمہیں دفنایا جائے، اور تمہارے دائیں بائیں شریر لوگوں میں سے دو کافر ہوں؟! تو جس بات کو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے اسے سید الابرار کے لئے کیونکر تجویز کرتے ہو؟!

فرماتے ہیں کہ شیعہ بھی پوچھنے پر یہی بتائیں گے کہ بالغوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے، آنحضورﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے والے، سب سے پہلے خلیفہ مقرر ہونے والے (خواہ غاصبانہ ہی ہو) قرآن کریم کو جمع کرنے والے حضرت ابوبکر اور آنحضورﷺ کے ساتھ دفن ہونے والے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تھے۔ تو کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ہر فضیلت کافروں منافقوں کو عطا کردی گئی؟!

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیگر محاسن گنوائے اور فصیح وبلیغ عربی میں ان کا بیان فرما کر مؤمنوں کی فطرت کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا کہ صالحوں کے معاملات کو نبٹانے کا خدا تعالیٰ کا انداز فاسقوں کے معاملات کو نبٹانے سے یکسر مختلف ہوتا ہے جس کی بابت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ یعنی ہم ان کے دلوں سے جو بھی کینے ہیں نکال باہر کریں گے بھائی بھائی بنتے ہوئے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

فرماتے ہیں کہ کتنے ہی واقعات ہیں جو پوشیدہ رہ جاتے ہیں یا وہ مخفی ہوجاتے ہیں اور کتنی ہی حقیقتیں ہیں جو بدل دی جاتی ہیں، اور بہت سے جھوٹ گھڑ لئے جاتے ہیں، اور باتوں میں کمی بیشی کرلی جاتی ہے۔

نیز فرمایا کہ ازمنۂ وسطیٰ میں آندھی کی طرح فتن اٹھے، جھوٹوں کی بہت سی افواہیں صادقوں کے اقوال کی طرح مقبول ٹھہریں۔

فرماتے ہیں کہ اے لوگو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت بدظنی سے کام مت لو، اور خود کو شک کی وادی میں ہلاک نہ کرو۔ یہ وہ امت ہے کہ جو گذر چکی، اور تم لوگوں کو اس حقیقت کی کچھ خبر نہیں جو دور اور اوجھل ہوگئی، تم نہیں جانتے کہ ان کے مابین ہوا کیا۔ اور وہ لوگ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کو منور کیا وہ کیونکر بھٹک گئے۔ سو جس امر کا تمہیں کچھ علم نہیں اس کی پیروی مت کرو۔ اور اگر تم ڈرنے والے ہو تو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ صحابہ اور اہل بیت روحانی لوگ تھے اور خدا تعالیٰ کی طرف منقطع اور تبتل اختیار کرنے والے تھے۔ تو میں کبھی بھی نہیں مان سکتا کہ وہ حقیر دنیا کی خاطر جھگڑے ہونگے۔

تعجب کی بات ہے کہ کیسے حضرت علیؓ نے باوجود صدیق وفاروق کے کفر کے ان کی بیعت کرلی، اور جب تک وہ زندہ رہے ان کی پورے اخلاص کے ساتھ پیروی اور اطاعت کی۔ اگر یہی بات درست ہے تو انہیں چاہئے تھا کہ شرق وغرب

میں کہیں ہجرت کر جاتے اور لوگوں کو جنگ اور مقابلہ پر ابھارتے۔ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک لاکھ بدو اکٹھے ہو گئے تھے تو آپ تو لوگوں کی نصرت کے اس سے زیادہ حق دار اور باہمت تھے پھر کیوں آپ نے کافروں کی اتباع کی باوجودیکہ اقبال مندی اور ترقی کی تمام نشانیاں آپ میں موجود تھیں، کیا آپ افصح القوم نہیں تھے تو آپ اپنے کلمات سے ان میں وہ روح پھونک سکتے تھے کہ لوگوں کو اپنے ساتھ اکٹھا کرنا آپ کے لئے چند لمحات کا کام تھا۔ اگر ایک کاذب دجال یہ کام کر سکتا تھا تو آپ تو اسد اللہ اور اس کے مؤید اور محبوب تھے۔

پھر آپ نے صرف بیعت پر ہی اکتفاء نہیں کی بلکہ شیخین کی اقتداء میں نمازیں بھی ادا کی ہیں اور کسی بھی نماز پر غیر حاضر نہیں ہوئے، ان کی مجلس شوریٰ میں شامل رہے، ان کے دعاوی کی تصدیق کی اور ہر امر میں اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق ان کی اعانت کی۔

حضور فرماتے ہیں کہ سچائی تو اولیاء کا مسلک اور اصفیاء کی علامت ہوتی ہے۔ مگر آپ لوگوں کے زعم کے مطابق حضرت علیؓ نے اس خصلت کو چھوڑ کر اپنے لئے تقیہ گھڑ لیا، اور یہ ذلیل طریق اپنایا کہ وہ کافروں کے گھر صبح شام جاتے اور ان کی مدح سرائی کرتے۔ آپ نے کیوں آنحضورﷺ یا امام حسین کی شجاعت کی اقتداء نہ کی اور فریبیوں کی راہ اپنالی۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ کیا یہی ان لوگوں کی صفات ہیں جن کے دل بزدلی اور چاپلوسی سے پاک کئے جاتے ہیں اور جن کا ایمان ان کے دلوں کو تقویت بخشتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ اگر تم حق وصواب کے عاشق ہو تو تمہارے لئے حق کا تریاق حاصل کرنے کو آیت استخلاف ہی کافی ہے۔ کیونکہ یہ خوف کے زمانہ کے بعد امن واطمینان کے ایام کا وعدہ دیتی ہے اور اس کی مصداق جیسا کہ اہل تحقیق پر ظاہر ہے سوائے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے اور کوئی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علیؓ اپنے زمانہ کے سب سے بہترین شخص اور اللہ تعالیٰ کا نور تھے مگر آپ کی خلافت کے ایام امن وامان کے حامل نہیں تھے بلکہ وہ فتنوں اور عداوتوں کے دن تھے جبکہ لوگ بھی آپ کے اور ابن ابوسفیان کی خلافت میں مختلف آراء رکھتے تھے۔

حضور فرماتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ حق امام مرتضیٰ کے ساتھ تھا اور جس نے بھی آپ کی خلافت کے دوران آپ سے قتال کیا تو اس نے بغاوت اور سرکشی اختیار کی۔ ہاں آپ کی خلافت اس امن کی مصداق نہ تھی جس کی خدائے رحمٰن نے بشارت دی تھی بلکہ آپ کو اپنوں سے بھی اذیت اٹھانی پڑی۔

فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ سمجھے کہ خلافت چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک روحانی امر تھا اور حضرت علی پہلے دن سے اس کے مصداق تھے مگر آپ نے اسے اپنے لئے حقیر جانا اور حیاء کی کہ ظالم قوم سے جھگڑتے پھریں۔ تو یہ ایک قبیح عذر ہے۔ جسے صرف بدزبان ہی اپنی زبان پر لا سکتا ہے۔ بلکہ حق یہی ہے کہ آیت استخلاف کی پیشگوئی کا مصداق وہی وجود ہے جو ان صفات کا جامع تھا، اور جس میں یہ ثابت ہوا کہ اس نے مسلمانوں پر امن وآشتی کے دروا کر دیئے۔

حضور پھر حضرت ابوبکر صدیق کے محاسن گنواتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اسلام اور رسولوں کے فخر تھے، اور آپ کا جوہر آنحضور ﷺ کے جوہر سے قریب ترین تھا، اور آپ نفحات نبوت کو قبول کرنے پر سب سے زیادہ مستعد تھے۔ اور قطعی اور یقینی طور پر آپ کے سوا قرآن کریم میں کسی کا ذکر نہیں پاتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عارف معرفت تامہ، اخلاق کے حلیم، فطرت کے رحیم تھے۔ ہمیشہ انکسار اور غربت کے لبادہ میں رہتے۔ بہت عفو، شفقت اور رحم کرنے والے تھے۔ پیشانی کے نور سے پہچانے جاتے، آنحضور ﷺ سے غیر معمولی تعلق آپ کو تھا یہاں تک کہ آپ کی روح آنحضور ﷺ کی روح سے پیوند پا چکی تھی ...... آپ فہم قرآن کریم اور محبت سید الرسل وفخر نوع انسان ﷺ میں سب انسانوں سے ممتاز تھے۔ جب آپ پر اخروی زندگی اور اسرار الٰہیہ منکشف ہوئے تو آپ نے اپنے تمام دنیوی اور جسمانی تعلقات کو اتار پھینکا اور اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین ہو گئے۔ اپنی ہر مراد کو اس خدائے واحد ویگانہ کی خاطر ترک کر دیا۔ آپ کی ذات تمام جسدی آلائشوں سے پاک ہو گئی اور حق تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہوتے ہوئے مرضات رب العالمین میں گم ہو گئی...... پھر آپ کا نام صدیق رکھا گیا اور خدائے خیر الواہبین کی طرف سے آپ کو تازہ بتازہ اور عمیق علم عطا فرمایا گیا...... آپ کتاب نبوت کا نسخہ اجمالیہ اور ارباب الفضل نوجوانوں کے امام تھے اور طینت انبیاء کے بقیہ سے آپ کا خمیر اٹھا تھا۔

فرماتے ہیں کہ ہماری اس بات کو مبالغہ مت خیال کرنا...... بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو خدائے عزوجل کی طرف سے مجھ پر ظاہر کی گئی ہے...... آپ آنحضور ﷺ کے تمام آداب میں آپ کے سائے کی مانند تھے، اور حضرت خیر البریہ ﷺ سے آپ کو ازلی مناسبت تھی۔ اسی لئے آپ اس فیض کو ایک گھڑی میں حاصل کر لیتے تھے جو باقی لمبے زمانوں میں حاصل نہیں کر پاتے تھے...... سو اسی وجہ سے آپ اس بات کے سب لوگوں سے زیادہ حق دار تھے کہ صفات نبوت آپ میں حلول کریں اور سب سے زیادہ اس بات کے مستحق تھے کہ آپ ﷺ کے خلیفہ بنیں...... اسی وجہ سے خدا تعالیٰ صدیقین کے ذکر کو نبیین کے فوراً بعد لایا ہے اور فرمایا فأولئک مع الّذین أنعم اللّٰه علیهم من النبیّین والصّدّیقین والشّهداء والصّٰلحین ...... آنحضور ﷺ نے صحابہ میں سے آپ کے سوا کسی کو صدیق کا لقب عطا نہیں فرمایا...... ہم اگر اس آیت پر غور کریں اور اپنی سوچ کو انتہاء تک پہنچا دیں تو ہم پر یہ راز منکشف ہوگا کہ یہ آیت کمالات صدیق اکبر پر سب سے بڑا شاہد ہے، اور اس میں یہ گہرا راز ہے...... کہ رسول مقبول ﷺ کی زبان مبارک سے حضرت ابوبکر کو صدیق نام دیا گیا اور فرقان مجید نے صدیقوں کو انبیاء سے متصل رکھا۔

دربارہ فضائل حضرت علی رضی اللہ عنہ

اے اللہ اس کو دوست رکھ جو آپ کو دوست رکھے،
اور جو آپ سے دشمنی کرے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متقی پرہیزگار اور اُن لوگوں میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں...... آپ بے مثل بہادر تھے جو میدان جنگ میں اپنا مقام نہیں چھوڑتے تھے خواہ مقابلے میں دشمن کی ساری فوج ہی کیوں نہ ہو۔

یہاں حضور نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کا بڑی شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے اور آپ کے بہت سے اوصاف حمیدہ بیان فرمائے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو خواب میں نہیں بلکہ عین حالت بیداری میں دیکھا، تو آپ نے مجھے خدائے علام کی کتاب کی تفسیر عطا فرمائی، اور فرمایا کہ یہ میری تفسیر ہے اور اب تجھے ولایت دی جاتی ہے سو جو تجھے دیا گیا ہے اس کی تمہیں مبارک ہو ......اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ آپ نے بڑی محبت اور الفت سے مجھ سے ملاقات فرمائی، اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ آپ مجھے اور میرے عقیدے سے آگاہ ہیں اور جانتے ہیں جو میں اپنے مسلک اور اسلوب میں شیعوں سے اختلاف رکھتا ہوں، لیکن آپ نے اس سے ذرا بُر انہیں منایا...... آپ مجھ سے مخلص محبوں کی طرح ملے اور صاف دل سچے کھرے لوگوں کی طرح اپنی محبت کا اظہار فرمایا۔ اور آپ کے ساتھ امام حسین بلکہ حسنین اور حضرت سید الرسل خاتم النبیین ﷺ بھی تھے۔ ان کے ساتھ...... حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ آپ میرے پاس تشریف لائیں جبکہ میں لیٹا ہوا تھا، میں اٹھ بیٹھا آپ نے میرے سر کو اپنی گود میں رکھ لیا اور مہربانی کا سلوک فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ آپ میرے بعض دکھوں کے باعث غمزدہ ہیں اور ایک ماں کے طور پر جب وہ اپنے بچوں کو مصیبت میں دیکھتی ہے آپ شفقت اور دکھ محسوس کرتی ہیں۔ مجھے یہ بتایا گیا کہ میں دینی تعلقات میں آپ کے بیٹوں کی طرح ہوں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ آپ کا دکھ ان ظلموں کی طرف اشارہ تھا جو میں اپنی قوم اور ہموطنوں اور دشمنوں سے دیکھنے والا تھا۔ پھر میرے پاس حسنین آئے، ان دونوں نے بھی برادرانہ محبت اور ہمدردانہ جذبات کا اظہار کیا۔ یہ کشف تھا جو بیداری کی حالت کا تھا...... میں حضرت علی اور آپ کے دونوں صاحبزادوں سے محبت رکھتا ہوں اور جو ان سے دشمنی رکھے میں اس سے دشمنی رکھتا ہوں۔

دوسرا باب

مہدی، جو آدم امت اور خاتم الآئمہ ہے

حضور مختلف مثالیں بیان فرما کر یہ ثابت فرماتے ہیں کہ جب بھی مادی طور پر ضرورت محسوس ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ اپنی رحمت کا نزول فرماتا ہے، پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب روحانی طور پر فتنے اور مصائب حد سے بڑھ جائیں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی رحمت جوش میں نہ آئے اور وہ ارواح کے ہمیشہ کی جہنم میں جانے پر راضی ہو جائے۔ سو اس کی سنت یہی ہے کہ وہ ہمیشہ ضرورت کے وقت روحانی مصلحین کو بھیجتا رہا ہے۔ جیسا کہ وہ قرآن کریم میں فرماتا ہے: فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ اور فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ یہاں حفاظت سے مراد قرآن کریم کے عطر کی حفاظت ہے، اور اہل زمان کے دلوں میں قرآن کریم کو ثبت کرنا مہدی کے ذریعہ ہی ممکن ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے خود ہدایت یافتہ ہو۔

فرماتے ہیں کہ ان ایام میں جب کہ موت اور گمراہی کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہونگے اور لوگ حقیر دنیا پر گرے پڑے جا رہے ہونگے اور خدائے ذوالجلال سے اعراض کر رہے ہونگے اس وقت خدا تعالیٰ اپنی کمال قدرت اور ربوبیت سے بغیر ظاہری تعلیم کے سامانوں کے حضرت آدم کی طرح ایک بندے کو پیدا فرمائے گا اور اس کا نام آدم رکھے گا...... اسی طرح اس نے اس کا نام صراحت سے عیسیٰ بن مریم بھی رکھا کیونکہ اس کی پیدائش اور بعثت مسیح کی طرح ہی تھی...... اسی طرح مہدی کا اسم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس نام سے موسوم شخص ضالین سے نکالا جائے گا، خدا تعالیٰ کی ہدایت اسے جالے گی اور وہ فاسقوں میں سے نجات پانے والا ہوگا۔

تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نام زمانے کے مفاسد پر دلالت کرتا ہے۔

اس کے بعد حضور زمانے کے مفاسد کے بارہ میں بتاتے ہیں پھر فرماتے ہیں: پس اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہی مہدی اور مسیح الزمان کے ظہور کا وقت ہے۔ کیونکہ ضلالت عام ہوگئی ہے اور زمین بگڑ گئی ہے اور انواع واقسام کے فتنے ظاہر ہوگئے ہیں اور فسادیوں کے گمراہ کرنے کے طور طریقے بکثرت ہو گئے ہیں۔ اور قرآن کریم میں آخری زمانہ کے بارہ میں جو باتیں بھی پائی جاتی ہیں وہ سب اہل نظر کے لئے ظاہر ہو چکی ہیں۔

اور جو لوگ مہدی کے بلاد عربیہ سے ظاہر ہونے کا انتظار کر رہے ہیں انہوں نے بہت غلطی کھائی ہے کیونکہ بلاد عربیہ وہ ممالک ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے شرور اور فتن اور زمانہ کے کفار کے مفاسد سے حفاظت فرمائی ہے، اور کسی ہادی کے ظہور کی توقع اسی ملک سے ہی کی جاسکتی ہے جس میں گمراہی کا طوفان اپنے زور پر ہو، اور اسی طرح خدائے ذوالجلال کی جاری سنت ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہند کی سرزمین قسما قسم کے فساد سے مخصوص ہوگئی ہے، ارتداد کے دروازے اس میں کھول دیئے گئے ہیں اور فسق و فجور اور ظلم و جھوٹ یہاں کثرت پہ ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت اور اس کی طرف سے مہدی کے آنے کی بشدت محتاج ہے۔ اور اللہ کی قسم ہے کہ ہم دوسرے ممالک میں ہند کے سے فساد کی نظیر نہیں پاتے۔ اور نہ ہی یہاں کے نصاریٰ کے فتنوں کے سے فتنے کہیں اور پاتے ہیں، اور احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ دجال مشرقی ممالک سے خروج کرے گا اور قرآن کریم بھی قرائن بینہ سے اس کی طرف اشارہ فرماتا ہے سو اس بناء پر واجب ہوا کہ ہم بھی ان ثابت اور بدیہی علامات کے بموجب فیصلہ کریں اور منکروں کے انکار کو خاطر میں نہ لائیں۔

اور وہ جو مہدی سے مکہ یا مدینہ میں آنے کا انتظار کر رہے ہیں تو وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں...... اسی طرح جو یہ کہا گیا ہے کہ مہدی غار میں چھپا ہوا ہے تو یہ ایسی بات ہے جو اہل نظر کے نزدیک بے اصل بات ہے، یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے بلکہ اپنے جسم سمیت ان کا آسمان کی طرف رفع کیا گیا ہے اور دجال کے خروج کے ساتھ ہی گھیرے فتنوں کے وقت میں اس کا نزول ہوگا حالانکہ قرآن کریم بڑی صراحت کے ساتھ آپ کی وفات کی خبر دیتا ہے۔

حق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام محمد غائب دونوں نے اپنے بدنوں کے چولے اتار پھینکے ہیں اور انہیں خدا تعالیٰ نے وفات دی ہے۔

حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ استعارۃً

وفات یافتہ صالحین کو زندہ قرار دیتا رہا ہے تا دشمنوں کے منہ بند کرے اور دوستوں کو خوشخبری دے اور اپنے بعض متقی بندوں کا اکرام فرمائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کے بارہ میں فرمایا کہ انہیں مردے مت گمان کرو بلکہ وہ زندہ ہیں ...... اس نے اپنی کتاب مبین میں یہ ذکر نہیں کیا کہ ان کی زندگی روحانی زندگی ہے جو اہل زمین کی حیات کی مانند نہیں بلکہ یہ فرما کر ان کی حقیقی زندگی کی تاکید فرمائی کہ عند ربھم یُرزقون۔ یعنی ان کو ان کے رب کے ہاں رزق دیا جارہا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ تم پوچھو کہ اگر وفات یافتگان پر زندہ کا لفظ اطلاق پا سکتا ہے تو پھر معقولی طور پر نزول کے کیا معنیٰ ہوئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لفظ کا قرآن کریم میں کثرت سے استعمال کیا گیا ہے، اور خدائے حمید نے فرقان مجید کے کئی مقامات پر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز آسمان ہی سے نازل ہوتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ کسی نبی کی امت اس کے بعد پوری طرح بگڑ جاتی ہے اور اپنے اوپر وہ ارتداد کے دروا کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں اور حکمت جب یہ تقاضا کرتی ہے کہ انہیں عذاب نہ دیا جائے بلکہ وہ انہیں حق کی طرف بلائے کہ وہ ارحم الراحمین ہے۔ تو ایسے موقعہ پر اللہ تعالیٰ اس وفات یافتہ نبی جو اس قوم کی طرف پہلے گیا ہوتا ہے کی آنکھ کھولتا ہے اور اس کی نظر ان کی طرف پھیرتا ہے گویا وہ ابھی نیند سے جاگا ہے وہ ان میں ظلم اور بہت فساد اور غلو اور گہری گمراہی پاتا ہے، اور دیکھتا ہے کہ ان کے دل ظلم، جھوٹ، فتنوں اور شر سے اٹے پڑے ہیں تو اس کا دل دکھ اور قلق محسوس کرتا اور اس کی روح اور فطرت مضطرب ہو جاتی ہے وہ چاہتا ہے کہ کسی طور وہ نازل ہو اور اپنی قوم کی اصلاح فرمائے اور دلائل سے ان کے منہ بند کر دے، مگر وہ اس کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا، اس پر حق تعالیٰ کی تدبیر اسے آلیتی ہے اور اسے کامیاب لوگوں میں سے بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ایک مثیل بناتا ہے اس کا دل اس کے دل اور اس کا جوہر اس کے جوہر سے مشابہ ہوتا ہے اور جس سے مماثلت دی گئی ہوتی ہے اس کے ارادے مثیل پر نازل ہوتے ہیں، اور جس سے مماثلت دی جارہی ہوتی ہے وہ اس راہ کے ملنے پر خوش ہوتا ہے اور یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا خود اس کا نزول ہوا ہے......

سو یہ عیسیٰ کے نزول کا سر ہے جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔

حضور فرماتے ہیں کہ اسی طرح امام محمد کے غار میں جا چھپنے اور آخری زمانہ میں کفار کے قتل کے لئے اور اعلائے کلمۂ ملت و دین کے لئے خروج کا معاملہ ہے جو حضرت مسیح کے آسمان پر چڑھنے اور پھر بپھرے ہوئے فتنوں کے وقت میں اس کے نازل ہونے کے مشابہہ ہے اور وہ راز جو حقیقت کو آشکار کرتا ہے وہ یہی ہے کہ یہ اور اس جیسے دیگر کلمات ملہم لوگوں کی زبانوں پر استعارات کے رنگ میں جاری ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں حضور نے قرآن کریم سے مثالیں بیان فرمائی ہیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے استعارت کی زبان استعمال فرمائی ہے۔ نیز فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قرآن کریم سے ثابت ہے جس کے لئے قرآن کریم نے لفظ توفی استعمال کیا ہے جو کہ ایک محکم لفظ ہے اور آنحضور ﷺ کی تفسیر اور قرآن کریم کے مختلف استعمالات کے مطابق اس کا معنیٰ اماتت یعنی مارنے کے ہی ہیں، جبکہ نزول کا لفظ متشابہات میں سے ہے۔ اسی طرح عیسیٰ کا لفظ بھی امت کے متقیوں پر اطلاق پا سکتا ہے، جس کی حضورؑ نے حدیث ''ان کل بنی آدم یمسه الشیطان یوم ولدته امه الّا مریم وابنها عیسیٰ'' کی امام زمخشری اور دیگر آئمہ کی تشریح کے حوالہ سے وضاحت فرمائی ہے کہ اس حدیث سے مراد وہ دونوں یعنی حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ اور جو لوگ ان کے معنوں میں ہیں سب ہیں۔

فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں نصاریٰ جادۂ مستقیم سے ہٹ جائیں گے اسی طرح مسلمان بھی قرآن کریم کی نفیس تعلیم کو چھوڑ بیٹھیں گے سو اللہ تعالیٰ نے آنے والے موعود مرسل کا نام عیسائیوں کی اصلاح کے حوالہ سے عیسیٰ اور مسلمانوں کی تربیت کے حوالہ سے احمد رکھا۔

فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ اس زمانہ میں مفاسد اندرون و بیرون سے پھوٹ پڑے ہیں تو اس کی حکمت اور رحمت نے تقاضا کیا کہ ان مفاسد کی اصلاح اس شخص کے ذریعہ کی جائے جس کے دو قدم ہوں، ایک قدم عیسیٰ کے قدم پر اور دوسرا احمد مصطفی ﷺ کے قدم پر، سو یہ شخص ان دونوں قدموں پر فانی تھا جس کی بنا پر اسے یہ دونوں نام ملے ...... اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم اور قاضی بنایا ہے اور میں ہی وہ امام ہوں جو مؤمنوں کے لئے محمد مصطفی ﷺ کے قدم پر آیا ہوں اور میں ہی نصاریٰ اور متنصرین پر اتمام حجت کرنے والا مسیح ہوں۔

جہاں تک اس عقیدہ کا تعلق ہے کہ مہدیٔ موعود بنی فاطمہ سے ہوگا تو یہ ایسی بات ہے کہ جس کی کوئی اصل نہیں کیونکہ اس بارہ میں کئی روایات میں آتا ہے کہ وہ عباس کی نسل سے ہوگا، بعض کے مطابق وہ حسن یا حسین کی اولاد سے ہوگا، گویا اس ضمن میں روایات میں بہت سے اختلافات ہیں۔ نیز آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ سلمان منا اهل البیت یعنی سلمان ہم یعنی اہل بیت میں سے ہے۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے گا تو اسے اہل فارس میں سے ایک شخص واپس لے آئے گا۔ اس میں آنحضور ﷺ کی طرف سے امام آخر الزمان کی طرف اشارہ ہے کہ وہ انوار ایمان کو زمین پر لے آئے گا اور اہل فارس میں سے ہوگا۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدح میں فصیح و بلیغ قصیدہ لکھا ہے۔ اور پھر ایک وصیت لکھی ہے جس میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو کہا جائے کہ تمہارا باپ صالح شریف انسان ہے تو وہ یہ نہیں کہے گا کہ تمہارا باپ شریر بد بخت ہے بلکہ وہ بھی اسی طرح جس طرح تم نے اس کے باپ کی مدحت سرائی کی ہے تعریف کرے گا، لیکن اگر تم اسے گالی گلوچ کرو گے تو وہ بھی اسی طرح بات کرے گا جس طرح تم نے کی ہوگی۔ سو جو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کو سب و شتم کا نشانہ بناتے ہیں وہ درحقیقت علی کو گالی دیتے اور ایذاء پہنچاتے ہیں۔ سو تم کسی کے باپ کو گالی نہیں دیتے مبادا وہ تمہارے باپ کو گالی دے پھر باوصف شیعیت علی اور محبت اہل بیت کے دعویٰ کے کیوں بیت النبوۃ کی عزت کا پاس نہیں ہے۔

کتاب کے آخر پر بھی حضور نے صحابہ کرام کی مدح میں ایک قصیدہ منظوم فرمایا ہے۔ جس پر اس کتاب کا اختتام ہے۔

اعلان برائے داخلہ

جامعہ احمدیہ یوکے 2011ء

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کیلئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان وانٹرویو) 19,18/جولائی 2011ء کو انشاء اللہ جامعہ احمدیہ یوکے میں ہوگا۔ داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:۔

تعلیمی معیار

درخواست دہندہ کے کم از کم چھ مضامین میں جی سی ایس ای (GCSE)، کم از کم تین مضامین میں اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں C گریڈ سے کم گریڈ یا 60% سے کم نمبر نہ ہوں۔

عمر

جی سی ایس سی (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور اے لیولز (A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 19 سال ہونی چاہیے۔

میڈیکل رپورٹ

درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے تفصیلی میڈیکل رپورٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونی چاہیے۔

تحریری ٹیسٹ وانٹرویو

درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہوگا۔ جس میں سے ہر دو میں پاس ہونا لازمی ہے۔ انٹرویو کیلئے صرف اُسی امیدوار کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔ تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کیلئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی و اردو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہوگا۔ تاہم ترجمہ قرآن کریم اور کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بھی امیدوار کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ اس میں ان کے پڑھنے کا رجحان موجود ہے کہ نہیں۔

درخواست دینے کا طریق

درخواست، متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی قابل قبول ہوگی:۔

۱۔ درخواست فارم مع تصدیق نیشنل امیر صاحب۔
۲۔ درخواست دہندہ کی صحت کی بابت تفصیلی میڈیکل رپورٹ (بزبان انگریزی)۔
۳۔ جی سی ایس سی /اے لیولز کے سرٹیفکیٹ کی مصدقہ نقل۔ نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades) پر مشتمل خط۔
۴۔ پاسپورٹ کی مصدقہ نقل۔
۵۔ درخواست دہندہ کی ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔

متفرق ہدایات

۱۔ درخواست میں امیدوار کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔
۲۔ مصدقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں 30/جون 2011ء تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔
۳۔ جامعہ احمدیہ یوکے کا ایڈریس درج ذیل ہے:۔

Jamia Ahmadiyya UK, 2 South Gardens,
Collierswood, London SW19 2NT
Tel: 020 8542 9850, 020 8544 2862.
Fax: 020 8417 0348

۴۔ رابطہ کیلئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک ہیں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے)

کیا آپ بابرکت تحریکات

تحریک جدید اور وقف جدید

میں شمولیت فرما چکے ہیں؟

اگر آپ نے ابھی تک امسال کا وعدہ نہیں لکھوایا

تو براہ کرم اپنے زعیم حلقہ سے رابطہ فرمائیں

کمپیوٹر و پلمبنگ کلاس

مجلس انصار اللہ برطانیہ کی قیادت ایثار کے تحت مسجد بیت الفتوح میں کمپیوٹر و پلمبنگ کلاس شروع کی گئی ہے۔ جو دوست اس کلاس میں شامل ہونا چاہیں وہ درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:

کمپیوٹر کلاس اے: سوموار اور جمعرات شام 6:30 تا نماز عشاء
کمپیوٹر کلاس بی: بدھ اور اتوار شام 6:30 تا نماز عشاء
پلمبنگ کلاس: ہر بدھ کی شام 6:00 تا نماز عشاء

عبدالعظیم خان
قائد ایثار مجلس انصار اللہ
07718987848

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبولیت دعا کے ایمان افروز واقعات

حفاظتِ الٰہی کے واقعات

(عطاء الوحید باجوہ)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب

1907ء کی بات ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ اب سلسلہ کا کام بڑھ رہا ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ بعض نوجوان دور و نزدیک دعوت الی اللہ کے کام کے واسطے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ مفتی صاحب جو ہمیشہ اس انتظار میں ہوتے تھے کہ خدمت کا کوئی موقع ہو اور وہ اس کو حاصل کریں۔ انہوں نے فوراً حضرت صاحب کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ ''اگر اس لائق سمجھا جاؤں تو دنیا کے کسی حصہ میں بھیجا جاؤں''۔ حضرت صاحب نے اس پر اپنے قلم سے تحریر فرمایا ''منظور''۔ حضرت مسیح موعودؑ کی عطا کردہ اس منظوری کے مطابق مفتی صاحب کو پہلے برطانیہ اور پھر امریکہ قریباً سات سال تک خدمتِ دین کی عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ 1917ء میں اس دور کا آغاز ہوا جب آپ انگلستان کے لئے روانہ ہوئے۔ بمبئی کے جہاز سے روانہ ہوتے ہی مفتی صاحب کی دعوت الی اللہ کا آغاز ہو گیا۔ اور تین دن کے اندر اندر ایک انگریز نے احمدیت قبول کر لی اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ سفر کے دوران ہی متعدد افراد نے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ سفر کی ابتداء میں ہی اللہ تعالیٰ نے آپکو خوشخبری کے طور پر نظارہ دکھا دیا تھا کہ آپ خیریت سے منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ راستہ میں ایک موقع ایسا آیا کہ یہ خدشہ ظاہر کیا جانے لگا کہ یہ جہاز ڈوبنے والا ہے۔ جہاز میں کہرام مچ گیا۔ ہر مسافر جان بچانے کی فکر میں تھا۔ مفتی محمد صادق صاحب لوگوں کو تسلیاں دیتے۔ چنانچہ جہاز خیریت سے منزل پر پہنچا اور مفتی صاحب کو دعوت الی اللہ کا ایک عمدہ موقع مل گیا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ یہ واقعہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ 1917ء میں جبکہ جنگ عالمگیر اپنے پورے شباب پر تھی۔ حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ نے مجھے حکم دیا کہ دعوت دین کیلئے انگلستان جاؤ۔

عورتوں نے حضورؓ کی خدمت میں عرض کی حضور سمندری سفر خطرے سے خالی نہیں لوگ گیہوں کی طرح پس رہے ہیں۔ اگر حضرت مفتی صاحب کو بھی روک لیا جائے تو بہتر ہے۔ اسکے جواب میں حضورؓ نے فرمایا کہ گیہوں چکی میں پسنے کیلئے ڈالے جاتے ہیں۔ مگر ان میں سے بھی کچھ اوپر رہ جاتے ہیں جو نہیں پستے۔ تو یہ مفتی صاحب بچے ہوئے گیہوں ہیں پسنے والے نہیں۔

جب ہمارا جہاز بحیرہ روم میں داخل ہوا تو جہاز کے کپتان نے جہاز کے تمام مسافروں کو اوپر ڈیک پر بلایا اور ایک تقریر کرتے ہوئے کہا یہ سمندر جس میں ہم داخل ہوئے ہیں جرمن کے سب جہازوں سے بھرا پڑا ہے۔ اور معلوم نہیں کہ کب ہمارا جہاز ان کے نشانے سے ڈوب جائے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ جہاز کے ڈوبنے سے پہلے ایک سیٹی بجے گی۔ چنانچہ کپتان نے سیٹی بجا کر سنائی۔ پھر کہا کہ جب یہ سیٹی بجے تو کشتیاں جو جہاز کے دونوں طرف لٹک رہی ہیں آپ لوگوں کے لئے ہیں۔ پھر اس نے نام بنام کشتیوں کے نمبر بتائے اور سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ ایسے موقع پر اپنی اپنی کشتیوں میں بیٹھ جائیں۔ پھر یہ کشتیاں جہاں کہیں آپ لوگوں کو لے جائیں آپ کی قسمت۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔

کپتان کے اس لیکچر کو سننے کے بعد میں اپنے کمرے میں آیا اور اس خطرے سے بچنے کیلئے اللہ کریم سے گڑگڑا کر دعا کی۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے کمرہ میں کھڑا ہوا ہے اور مجھے انگریزی میں کہتا ہے ''صادق یقین کرو یہ جہاز سلامت پہنچے گا''۔ اس خوشخبری کو پا کر میں نے تمام مسافروں اور کپتان کو اطلاع دی اور ایسا ہی ہوا۔ ہمارا جہاز ساحل انگلستان پر سلامتی سے پہنچ گیا۔ کئی جہاز ہمارے سامنے آگے پیچھے دائیں بائیں ڈوبے، ان جہازوں کی لکڑیاں پانی میں تیرتی ہوئی دیکھیں مگر خداوند تعالیٰ نے ہمارا جہاز سلامت پہنچا دیا۔

(لطائف صادق۔ صفحہ 130-131)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب

آپ کی دعائیں کسی خاص فرد یا مقصد تک محدود نہیں تھیں بلکہ سارا عالم آپ کی دعاؤں سے مستفید ہوتا تھا۔ ایک دفعہ جب امریکن خلا باز خلاء میں گئے تو فرمایا کہ جس دن انہوں نے اُترنا تھا اس دن میں سارا دن انکی بخیریت زمین پر واپسی کیلئے دعا کرتا رہا اور اگر چہ میں اپنے کام میں لگا ہوا تھا لیکن دل کی کیفیت انکی مجسم دعا تھی اور جب ان کے اترنے کی اطلاع ملی تو دل حمدِ الٰہی سے بھر گیا۔

(محمد ظفر اللہ خان چند یادیں۔ صفحہ 50-51)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب

مکرم برکات احمد راجیکی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ 1942ء کا ذکر ہے کہ میں لاہور میں ملازم تھا۔ میرے بائیں کان میں پھوڑا نکلا اور شدید ورم اور درد پیدا ہوئی جس کی وجہ سے میں بیمار ہو کر رخصت پر قادیان آ گیا۔ چار ماہ کی رخصت دفتر والوں نے جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب انچارج شفاخانہ نور کے سٹوفکیٹ پر منظور کر لی۔ جب میری رخصت ختم ہونے میں چند دن باقی تھے اور میری طبیعت بھی بہت حد تک سنبھل چکی تھی۔ دفتر کی طرف سے سول سرجن صاحب گورداسپور کو لکھا کہ ہم انچارج شفاخانہ نور کے سرٹیفکیٹ کو کافی نہیں سمجھتے۔ آپ معائنہ کر کے رپورٹ کریں اور مجھے بھی اس کی نقل بھجوا کر جلد معائنہ کروانے کی ہدایت کی گئی۔ میری طبیعت پر یہ بوجھ تھا کہ اب رخصت کے آخری دن ہیں اور صحت کافی اچھی ہو چکی ہے اگر سول سرجن نے لکھا کہ میں ڈیوٹی دینے کے قابل ہوں تو دفتر والے الزام دیں گے کہ پہلا سرٹیفکیٹ غلط تھا جس میں اتنے عرصہ کی رخصت کی سفارش تھی اور اگر اس نے کام کے ناقابل بتایا تو افسران بالا جن میں ایک میرا سخت مخالف تھا، لمبی بیماری کیوجہ سے ملازمت سے برخواست کرنے کے لئے قدم اُٹھا سکتا تھا۔ میں نے اپنی اس الجھن کو حضرت والد بزرگوار مولانا غلام رسول راجیکی صاحب کی خدمت میں بیان کیا، آپ نے فرمایا، میں دعا کروں گا تم کوئی فکر نہ کرو اور گورداسپور جا

کر معائنہ کرالو۔ چنانچہ میں سائیکل پر نہر کے راستہ گورداسپور روانہ ہوا۔ برسات کا موسم تھا اور آسمان پر کہیں کہیں بادل کے ٹکڑے منڈلا رہے تھے۔ لیکن میں محفوظ اور با آرام گورداسپور پہنچ گیا۔ جب میں معائنہ کرا کے واپس لوٹا تو رستہ میں نہر کی پٹڑی پر بارش کے آثار تھے اور بعض نشیبی جگہوں پر بارش کا پانی کھڑا تھا۔ لیکن جہاں سے میں گزر رہا تھا وہاں مطلع صاف تھا۔ اور اس طرح خاکسار بسہولت اور بغیر بھیگنے کے واپس لوٹا۔ واپسی پر حضرت والد صاحب نے بتایا کہ جب تم سائیکل پر روانہ ہوئے تو کچھ دیر بعد ایک گھنا بادل چھا گیا اور بارش شروع ہوگئی۔ میں نے تمہاری تکلیف اور بے سروسامانی کا خیال کر کے خدا تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ بارش سے برکات احمد بچ جائے اور اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا اور تم آرام و سہولت سے واپس آگئے۔ فالحمدللہ بعد میں دفتر کی الجھن بھی خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے دُور فرمادی۔ (حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ 174-175)

حضرت سیٹھ شیخ حسن صاحب

سیٹھ صاحب نے قبول احمدیت کے بعد مولانا میر محمد سعید صاحب سے دریافت کیا کہ اب ہم کیا کریں۔ میر صاحب نے فرمایا کہ پانچ وقت نماز باجماعت ادا کریں، قرآن مجید پڑھیں اور تہجد ادا کیا کریں اور خدا تعالیٰ کی مخلوق سے بھلائی کریں۔ سیٹھ صاحب بیان کرتے تھے کہ پہلے مجھے نماز کی عادت نہ تھی اور نہ تہجد اور قرآن مجید سے شناسا تھا۔ کوشش سے تہجد بھی باقاعدہ ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نماز میں ایک شوق اور ذوق حاصل ہوا۔ کئی دن بعد ایک روز تہجد سے فارغ ہوا تو میری زبان پر بار بار (اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا) کے الفاظ جاری ہوئے اور زبان انہیں بار بار دہرانے لگی۔ اور خود بخود ہی گریہ و بکا شروع ہوگیا۔ میری اہلیہ پیرساں بی بی نے رونے کا سبب دریافت کیا، میں نے یہ بات کہہ سنائی لیکن عربی نہ انہیں آتی تھی نہ سمجھے۔ بعد میں سیٹھ صاحب پر مصائب کی تیز آندھیاں چلیں اور مخالفین مخالفت میں سرگرم رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام شرور و آفات سے اپنی حفظ و امان میں رکھا۔ اور آپ کو الہامات و کشوف سے نوازا۔ ایک دفعہ رؤیا میں اللہ تعالیٰ نے آپکو بہت دودھ پلایا جس کا مزا منہ میں بیدار ہونے پر بھی موجود تھا۔ سو اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایمان و عرفان سے وافر عطا ہوا۔

(رفقاء احمد۔ جلد 2، صفحہ 212)

حضرت فیض الدین صاحبؓ

ملک حسن محمد صاحب سمبڑیالوی کو خود حضرت مولوی صاحب نے بتایا کہ مجھے جب یہ علم ہوا کہ لوگ میرے قتل کے درپے ہیں تو میں نے کثرت سے اس دعا کا ورد شروع کر دیا کہ "اے خدا میری دعا سن اور اپنے اور میرے دشمنوں کو پراگندہ کر"۔ میں چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے یہ دعا کرتا رہتا۔ ایک دن میں محراب کے سامنے مسجد میں بیٹھا ہوا یہی دعا کر رہا تھا کہ ایک شریر ہاتھ میں ڈنڈا لئے ہوئے گالیاں دیتا ہوا مسجد میں گھس آیا۔ میں نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہی دعا پڑھنی شروع کر دی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس نے دائیں بائیں دونوں طرف چکر لگائے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ کچھ بڑبڑاتا ہوا باہر چلا گیا۔ آپ نے بتایا کہ میں سمیع و بصیر خدا پر قربان جاؤں جس نے اپنے تصرف خاص سے مجھے اس شریر کے حملہ سے بچایا۔ اس دعا کو میں نے مخالفت کے دنوں میں بہت مؤثر پایا۔ (حیات فیض۔ صفحہ 22-23)

حضرت حافظ محمد حسین صاحب

حافظ محمد حسین صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حکیم عبدالرحیم صاحب کی وفات کے بعد ٹرپئی میں چپکے چپکے مخالفین صلاح مشورہ کرنے لگے۔ ایک دفعہ ٹرپئی کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ مرزائی چپکے سے کچی بیت میں جمعہ پڑھ لیتے ہیں۔ نہ ان کو کوئی پوچھتا ہے اور نہ کوئی مؤاخذہ کرتا ہے۔ آئندہ جمعہ سارا گاؤں کچی بیت میں ادا کرے اور بیت پختہ میں ان کو آنے نہ دیں اور آخری دفعہ کچھ باتیں ان سے پوچھ کر انکا پورا پورا بندوبست کریں۔ چنانچہ اس مشورہ کی اطلاع مجھے بھی کئی دوستوں نے دی اور کہا کہ مناسب ہے تم چند یوم کیلئے کہیں چلے جاؤ۔ میں نے کہا اگر اب کی دفعہ چلے گئے تو دوسرے جمعہ کو وہ ایسے ہی کریں گے کیوں نہ ان کو اپنے ارمان نکال لینے دیں۔ جوں جوں جمعہ کا دن قریب آتا جاتا تھا شور زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ جمعرات کی رات جس کے بعد صبح جمعہ کا دن تھا رات اکیلا دیر تک نماز پڑھتا اور دعا کرتا رہا۔ ابھی وتر باقی تھے اور سنتوں کے سلام کیلئے التحیات میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکا یک نور کا شعلہ ایک انگلی کے برابر موٹا اور ڈیڑھ دو گز لمبا دور سے آتا ہوا دکھائی دیا اور پہلو کی طرف دل پر آ کر لگا۔ جس سے بلند آواز سنائی دی جو یہ تھی، "کیا اللہ اپنے بندہ کیلئے کافی نہیں"، فضل اور رحمت کی آواز اس قدر اس وقت بلند تھی کہ اگر بیسیوں شخص میرے پاس ہوتے تو سب کو سنائی دیتی۔ اس کے بعد وہی حرف درود شریف کے زبان پر تھے۔ جمعہ تو انہوں نے کچی بیت میں پڑھا مگر ہم کو کسی نے پوچھا تک نہیں۔ صرف جمعہ کے بعد ایک دوسرے سے یہ باتیں کرتے ہوئے کہ یہ (یعنی اس کمترین کی طرف اشارہ کر کے کہ) اب تو یہ مرزائی ہوگیا ہے امام کس کو بنائیں۔ ایک نے کسی کا نام لیا اور دوسرے نے اس پر چوری کا الزام لگایا۔ دوسرے نے کسی اور کا نام لیا تیسرے نے اس پر کوئی اور الزام لگایا۔ اس طرح کرتے ہوئے چلے گئے۔

(حافظ محمد حسین صفحہ 23-24)

جس روز چوہدری رستم علی کا جنازہ آیا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جنازہ دفنانے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے مزارِ مبارک پر دعا کیلئے تشریف فرما ہوئے، اکثر دوست حضورؓ کے ہمراہ تھے۔ حضورؓ دعا فرما رہے تھے کہ خاکسار کو حضورؓ کا چہرہ مبارک دکھائی دیا اور فرمانے لگے کہ محمود کے آجکل بہت دشمن ہیں مگر خُدا کے فرشتے ہر وقت ان کے ہمراہ ہوتے ہیں۔ ضرورت کے وقت تو بیشمار ہوتے ہیں مگر پانچ فرشتے ہر وقت ہمراہ ہوتے ہیں۔ اتنے میں حضورؓ دعا سے فارغ ہوگئے اور مجھ سے بھی وہ حالت جاتی رہی۔

(حافظ محمد حسین۔ صفحہ 54)

حضرت حکیم عبدالصمد صاحب

حضرت حکیم صاحب ہجرت 1947ء کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس ٹرک میں ہم سوار تھے اس میں حضرت پیر منظور احمد صاحب قاعدہ یسرنا القران والے بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جیسے ہی کانوائے حرکت میں آیا حضرت پیر صاحب نے بیک زبان بسم اللہ مجرھا پڑھنا شروع کیا اور تمام راستے یہ الفاظ انکے ورد زبان رہے۔ ساتھ کبھی کبھی ہم پڑھتے رہے۔ کئی مقامات خطرے کے آئے مگر اللہ تعالیٰ نے تمام خطرے ٹالے۔ کانوائے نہر کی پٹڑی پر چل رہا تھا۔ دوسری طرف سکھوں کے فوجی مورچہ جمائے ہوتے۔ ایک جیپ میں تیزی سے فوجی لوگوں کو کہتا

جاتا،ٹرک میں گر جاؤ لیٹ جاؤ خطرہ ہے۔مگر جب خطرہ ٹل جاتا تو پھر وہ کہتا اب بیشک بیٹھ جاؤ۔ٹرک خراب ہوجاتا تو وہ تمام کانوائے کو روک دیتا۔جب ٹرک ٹھیک ہوجاتا تو ساتھ لے کر چلتا۔بعض لوگوں نے اس سے کہا بھی کہ اس کو یہیں چھوڑ دو جب ٹھیک ہو جائیگا تو پیچھے سے آجائے گا۔مگر اس نے یہ بات نہیں مانی اور کانوائے آہستہ آہستہ چلتا رہا یہاں تک کہ شام ہوگئی۔کسی نے اطلاع دی کہ ہم لاہور کی سرحد میں آگئے ہیں۔خوشی سے نعرہ تکبیر بلند ہوئے۔جودھامل بلڈنگ پہنچتے پہنچتے ہم کو رات ہوگئی۔ہم نے دیکھا وہاں نواب محمد جلیل القدر صاحب ''میرے بڑے ماموں'' بھی موجود تھے۔صبح کو حضورؓ کو اطلاع دی گئی کہ حکیم صاحب بھی معہ بچوں کے اس کانوائے میں آگئے ہیں۔حضورؓ خوش ہوئے۔حضرت اماں جان نے تو مسکرا کر فرمایا کہ لڑکیو زندہ سلامت آگئیں؟ انہوں نے جواب دیا آپ ہمارے لئے دعائیں جو بہت کر رہی تھیں۔(رفیق نکتہ داں۔صفحہ 52-53)

جب قادیان کے حالات زیادہ خراب ہوئے تو لوگوں کو محفوظ مقامات پر لے جایا گیا اور حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کی ہدایت پر ابا جان کو دارالمسیح میں ٹھہرایا گیا۔مجھے یہ منظر خوب یاد ہے جب ہمارے ابا جان دعائیں پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے ہیں تو چاروں طرف سکھ تھے۔ابا جان دعائیں پڑھتے آگے چل رہے تھے اور ان کے پیچھے ہم سب یعنی پانچ بہنیں، بھابھی اور دو ہماری ماموں زاد بہنیں تھیں۔اس طرح سکھوں کے درمیان سے نکلنا معجزے سے کم نہ تھا۔(ایضاً صفحہ 110)

حضرت مولانا شیر علی صاحب

مکرم ڈاکٹر لعل محمد بارہ منگوی حضرت مولانا شیر علی صاحب کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ: غالباً 1929ء کے جلسہ سالانہ کی بات ہے کہ میں جلسہ کے بعد 10 جنوری 1930ء تک قادیان میں مقیم رہنے کے بعد لکھنؤ واپس جانے کیلئے دارالامان سے روانہ ہوا۔میں قادیان کے سٹیشن پر ریل میں بیٹھا گاڑی کے چلنے کا انتظار کر رہا تھا۔اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا شیر علی صاحب گھی کا ایک مٹکا ہاتھوں میں اُٹھائے گاڑی کے ڈبے میں جھانکتے پھر رہے ہیں۔جب آپ اس ڈبے کے سامنے آئے جس میں میں تھا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی لکھنؤ جانے والے صاحب بھی ہیں۔میں نے فوراً عرض کیا فرمائیے میں جا رہا ہوں۔آپ نے فرمایا یہ گھی میرے لڑکے عبدالرحمٰن کو دیدینا وہ لکھنؤ میں ASC میں پڑھتا ہے۔میں نے مٹکا لے لیا۔حضرت مولوی صاحب نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے فرمایا میں آپ کے بخیر و عافیت پہنچنے کے بارہ میں دعا کرتا ہوں۔مولوی صاحب نے دعا کرائی جس میں میں بھی شریک ہوا۔چلتے وقت آپ نے کہا آپ سفر پر جا رہے ہیں اللہ آپ کے ساتھ ہو۔

اسی روز چار بجے سہ پہر کے قریب امرتسر سے میں دوسری گاڑی میں سوار ہوا جو لکھنؤ سے ہوتے ہوئے سیدھی کلکتہ جاتی تھی۔دوسرے روز رات کے بارہ بجے کے قریب کلڑ بک گنج اسٹیشن پہنچنے ہی والی تھی کہ یکا یک ایک دھکا کہ محسوس ہوا اور آن کی آن میں یوں معلوم ہونے لگا کہ گویا دریا کا کوئی پل ٹوٹ گیا ہے اور گاڑی بڑی تیزی کے ساتھ نیچے کی طرف اس طرح جا رہی ہے جس طرح کوئی چیز کوئیں میں گرتی ہے۔سارے مسافر گھبرا گئے۔میں نے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔چند ہی سیکنڈ میں وہ کیفیت دور ہوگئی اور یوں محسوس ہوا کہ گویا گاڑی رُکی ہوئی ہے۔بتیاں گُل ہو چکی تھیں اور گاڑیاں رکنے سے چند سیکنڈ کے لئے خاموشی سی چھا گئی۔میں اطمینان میں تھا کہ اتنے میں ایک سکھ مسافر نے کہا کہ میاں کس خیال میں ہو فوراً نیچے اترو۔اتنے میں گارڈ آگیا اور وہ چیخ چیخ کر مسافروں کو نیچے اُترنے کی ہدایت کر رہا تھا۔اس پر میرے بھی کان کھڑے ہوئے جلدی میں کھڑکی کے راستہ سے نیچے اترا۔نیچے اتر کر معلوم ہوا کہ گاڑی کی ایک مال گاڑی سے ٹکر ہوگئی ہے اور چیخ و پکار پڑی ہوئی ہے۔ہمارے سامنے کا ڈبہ اپنے سے اگلے ڈبہ میں گھسا ہوا ہے اور پٹڑی سے اس طرح اُٹھا ہوا تھا کہ جیسے تازیہ ہوتا ہے۔دونوں ڈبوں کے تختے ایک دوسرے میں گھسے ہوئے تھے اور ایک مسافر ان میں پھنسا ہوا تڑپ رہا تھا۔سکھ مسافر بولا جی قیامت آگئی میں نے کہا جس دن آنی ہوگی ایسے ہی آجائیگی۔اس کے بعد مجھے اپنے سامان اور حضرت مولوی صاحب کے مٹکے کا خیال آیا۔دیکھا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔گاڑی سے گاڑی ٹکرانے اور دنیا اُلٹ پلٹ ہو جانیکے باوجود گھی کا مٹکا جس میں 6-7 سیر کے قریب گھی تھا جوں کا توں اپنی جگہ پر رکھا ہوا تھا۔میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور دل میں سوچا کہ یہ حضرت مولوی صاحب کی دعا کا کرشمہ تھا کہ گھی کا یہ مٹکا اور اس مٹکے کے طفیل میں بچ رہا۔پانچ چھ گھنٹے کے بعد دوسری گاڑی ملی اور ہم اس میں سوار ہو کر بخیریت لکھنؤ پہنچ گئے۔میں نے گھی کا مٹکا حضرت مولوی صاحب کے صاحبزادے عبدالرحمٰن صاحب کو پہنچا دیا۔

(سیرت حضرت مولانا شیر علی صاحب. صفحہ 285-288)

حضرت مولانا محمد حسین صاحب

ایک دن ہم جہاز میں کام کر رہے تھے کہ حکم آیا کہ یہ جہاز مع کام کرنیوالوں کے بغداد بھیج دیا جائیگا۔اس لئے سب کام کرنے والے اپنا سامان جہاز ہی میں لے آئیں۔کیونکہ اس وقت بڑی سخت جنگ ہو رہی تھی۔میرے دس ساتھیوں نے یہ سنتے ہی رونا شروع کر دیا۔مگر میں نے نفل پڑھنے شروع کر دیئے۔جہاز کی روانگی کا دو مرتبہ وسل (whistle) ہو چکا تھا۔جہاز کی روانگی میں صرف دو منٹ باقی تھے کہ جنرل صاحب کیطرف سے فون آیا کہ معائنہ کے بغیر جہاز روانہ نہ کیا جائے۔چنانچہ جنرل صاحب وہاں پہنچے اور بعد معائنہ جہاز کی روانگی کا حکم دیا۔پھر جب اچانک ہم لوگوں پر نظر پڑی تو جہاز کے کپتان سے دریافت کیا کہ یہ فٹر کنارہ کے ہیں یا پانی کے؟ اس نے جواب دیا حضور کنارہ کے۔جنرل صاحب نے کہا نہیں نہیں یہ نہیں جائیں گے۔صرف پانی کے فٹر ہمراہ لیجاؤ اور ہمیں جنرل صاحب نے جہاز سے باہر آنے کا حکم دیا۔بعدہ پانی کے فٹر آگئے اور جہاز روانہ ہوگیا۔رات دو بجے کے قریب اطلاع آئی کہ دشمن نے جہاز غرق کر دیا ہے اور ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچ سکا۔ہم نے خُدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ ہماری ابھی زندگی باقی تھی۔

(میری یادیں. صفحہ 44-45)

حضرت مولانا محمد ابراہیم بقاپوری صاحب

مکرم چوہدری محمد شریف صاحب وکیل کا تار آیا کہ 1955ء کے سیلاب کی طرح ہمارے گاؤں میں بھی اب سیلاب آنے والا ہے۔دعائے خاص کی ضرورت ہے۔میں نے ایک دو دن دعا کی تو الہام ہوا ''الان کما کان'' یعنی پہلے کی طرح ان کا گاؤں انشاء اللہ بچایا جائے گا۔الحمدللہ کہ آج 10-09-57 کو ان کا خط موصول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے محفوظ رکھا۔(حیات بقاپوری حصہ سوئم صفحہ 134)

نظامِ وصیّت کی اہمیت

(رانا عبدالرزاق خان)

☆ امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ الوصیت میں نظامِ وصیّت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس سارے نظامِ وصیّت سے خدا تعالیٰ کیا چاہتا ہے؟

فرمایا" اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اس الٰہی انتظام پر اطلاع پا کر بلا توقف اس فکر میں پڑتے ہیں کہ حصّہ کُل جائیداد کا خدا کی راہ میں دیں بلکہ اس سے زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں"۔ یہ فقرہ ہر احمدی کو بہت مستعد اور بیدار کرنے والا ہے۔ واضح طور پر فرمایا کہ نظامِ وصیّت کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ مومن اور منافق میں ایک امتیاز قائم کر کے دکھادے۔

گویا اس کو سچے احمدیوں کے ایمان کا ایک معیار قرار دیا ہے اور ایک مخلص احمدی کی شان یہ ہے کہ وہ اس الٰہی انتظام کی اطلاع پانے کے بعد اس میں شمولیت سے پیچھے نہ رہے بلکہ فرمایا کہ جو احمدی فوراً اس میں شامل ہو جائیں گے وہ اپنے عمل کے ساتھ اپنی ایمانداری کا ثبوت دیں گے۔ اس پُر زور تاکیدی فقرہ کو پڑھ کر ہر احمدی کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ اس کا شمار کن لوگوں میں ہے۔

☆ اسی مضمون کو ایک دوسرے پیرایہ میں یوں بیان فرمایا:

"وہ ہر ایک زمانہ میں چاہتا ہے کہ خبیث اور طیّب میں فرق کر کے دکھلاوے اس لئے اب بھی اس نے ایسا ہی کیا"۔

اس فقرہ سے واضح فرمایا گیا ہے کہ نظامِ وصیّت اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان کے طور پر ہے۔ جو اس امتحان پر پورے اتریں گے وہی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سچے مومن ہوں گے۔ وہی طیّب قرار پائیں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے پیار سے نوازتا ہے۔ یہ زوردار فقرہ بھی ایک سچے احمدی کو اس بابرکت نظام میں شمولیت پر آمادہ کرنے کے لئے بہت کافی ہونا چاہئے۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ نے اس بابرکت نظامِ وصیّت میں شمولیت کے بارہ میں تاکیدی اظہار فرمایا: "ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے، دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے۔ اور ثابت ہو جائے گا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے پورا کر کے دکھلا دیا اور اپنا صدق ظاہر کر دیا۔ بے شک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزرے گا اور اِس سے اُن کی پردہ دری ہوگی"۔

نظامِ وصیّت کو اس وقت کا امتحان قرار دیتے ہوئے بالکل واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ اس نظام میں شامل ہونے والے ہی درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں گے۔ یہی امر اُن کے عہد بیعت کی سچائی کا بھی گواہ ہوگا۔ اور پھر بہت ہی واضح اور دوٹوک الفاظ میں فرمایا کہ اس ایک امتحان سے منافقوں کی منافقت خوب کھل کر سامنے آجائے گی اور اس طرح ہر شخص ان کو خوب جان لے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس فقرہ کو توجہ سے پڑھنے کے بعد کوئی مخلص احمدی اس بابرکت نظام سے باہر نہیں رہ سکتا۔

☆ اور وہ مخلص احمدی جو امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس نظامِ وصیّت میں شامل ہو جائیں گے ان کو کیا انعامات ملیں گے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

"اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے اور ابد تک خدا تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں گی"۔

☆ اس نظام میں شمولیت کی برکات کا بہت ہی مختصر الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا کہ اس نظام کا حصہ بنو گے تو "بہشتی زندگی پاؤ گے"۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ الوصیّت میں نظامِ وصیّت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: انزل فیما کل رحمة (الہام حضرت مسیح موعود) ہر قسم کی رحمت اس (قبرستان) میں اتاری گئی ہے۔

عرصہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا تھا کہ ایک بہشتی مقبرہ ہوگا گویا اس میں وہ لوگ داخل ہونگے جو اللہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں جنتی ہیں۔ (الوصیت)

تم استقامت اور اپنے نمونے سے اس درخت کی حفاظت کرو کیونکہ تم میں سے ہر ایک اس درخت کی شاخ ہے۔ اور وہ درخت اسلام کا ایک شجر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اس شجر کی حفاظت کی جاوے۔ اسلام کی حفاظت اور سچائی کے ظاہر کرنے کے لئے سب سے اول تو وہ پہلو ہے کہ تم سچے مسلمانوں کا نمونہ بن کر دکھاؤ۔ اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کی خوبیوں اور کمالات کو دنیا میں پھیلاؤ۔ اس پہلو میں مالی ضرورتوں اور امداد کی حاجت ہے۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو بھی ایسی ضرورتیں پیش آئی تھیں۔ اور صحابہ کی یہ حالت تھی کہ ایسے وقتوں پر بعض ان میں سے اپنا سارا ہی مال آنحضرت ﷺ کو دیدیتے اور بعض نے آدھا دیدیا اور اس طرح جہاں تک کسی سے ہو سکتا فرق نہ کرتا۔ (الوصیت)

یقیناً یاد رکھو کہ خدا ہے اور مر کر اس کے حضور ہی جانا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سال آئندہ کے انہی دنوں میں ہم میں سے یہاں کون ہوگا اور کون آگے چلا جائے گا جبکہ یہ حالت ہے اور یہ یقینی امر ہے۔ پھر کس قدر بدقسمتی ہوگی اگر اپنی زندگی میں قدرت اور طاقت رکھتے ہوئے اس اصل مقصد کے لئے سعی نہ کریں۔ اسلام تو ضرور پھیلے گا اور وہ غالب آئے گا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی ارادہ فرمایا ہے مگر مبارک ہونگے وہ لوگ جو اس اشاعت میں حصہ لیں گے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے جو اس نے تمہیں موقع دیا ہے۔ یہ زندگی جس پر فخر کیا جاتا ہے ہیچ ہے اور ہمیشہ کی خوشی کی وہی زندگی ہے جو مرنے کے بعد عطا ہوگی۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ اسی دنیا اور اسی زندگی سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس کی تیاری بھی یہاں ہی ہوتی ہے۔ اب جو شخص چاہتا ہے کہ وہ ایسی رحمت کے نزول کی جگہ میں دفن ہو کیا عمدہ موقع ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کرلے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم کرلے۔ یہ صدی جس کے تیئس سال گزرنے کو ہیں گزر جائے گی اور اس کے آخر تک موجودہ نسل میں سے کوئی نہ رہے گا اگر نکما ہو کر رہا تو کیا فائدہ؟۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنا صدقہ پہلے بھیجو یہ لفظ صدقہ کا صدق سے لیا گیا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی کامل نمونہ اپنے صدق اور اخلاص کا نہیں دکھاتا لاف زنی سے کچھ بن نہیں سکتا۔ الوصیت اشتہار میں جو میں نے حصہ جائیداد کی اشاعت اسلام کے لئے وصیت کرنے کی قید لگائی ہے۔ میں نے دیکھا کہ کل بعض نے 1/6 کی

کردی ہے۔ یہ صدق ہے جوان سے کراتا ہے اور جب تک صدق ظاہر نہ ہو کوئی مومن نہیں کہلاسکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظام وصیت کے بارہ میں رسالہ الوصیت میں جو ارشادات ہیں وہ مندرجہ ذیل نتائج کے حامل ہیں:

نمبر ۱۔ وصیت حقیقی ایمان کی مہر ہے۔

نمبر ۲۔ وصیت ایمان اور نفاق میں امتیاز کے لئے بطور پرچۂ امتحان ہے۔

نمبر ۳۔ وصیت اقرار بیعت کی سچائی کا ذریعہ ہے۔

نمبر ۴۔ وصیت موعودہ عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔

نمبر ۵۔ وصیت اعلیٰ درجہ کے اخلاص کے اظہار اور دوسروں سے ممتاز ہونے کا ذریعہ ہے۔

نمبر ۶۔ موصیوں کے لئے حسب ذیل خطابات ہیں:

راستباز۔ حقیقی مومن۔ اعلیٰ درجہ کے بہشتی۔ سابقین اوّلین۔ کامل الایمان۔ بہشتی۔ خدا کے پسندیدہ۔ برگزیدہ جماعت۔ پاک دل جماعت۔

نمبر ۷۔ موصیوں کے ایمان کی حسب ذیل تعریف۔ ا۔ سچا اور انشراحی ایمان ب، کامل ایمان، د، نفاق اور بزدلی سے خالص ایمان۔

نمبر ۸۔ موصیوں کے اموال دائمی مدد دینے والے اور صدقہ جاریہ ہیں۔

نمبر ۹۔ موصی آئندہ نسلوں کے لئے یادگار ہونگے۔

نمبر ۱۰۔ موصیوں کی دینی خدمات ہمیشہ کیلئے آنے والی اقوام پر ظاہر ہوتی رہیں گی۔

نمبر ۱۱۔ موصیوں پر ابد تک خدا کی رحمت ہوگی۔

نمبر ۱۲۔ موصیوں کے خاتمہ بالخیر کی بشارت۔

ارشادات خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

☆ ارشادات سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: یہ خدا نے ہمارے لئے ایک نہایت ہی اہم چیز رکھی ہے اور اس ذریعہ سے جنّت کو ہمارے قریب کردیا ہے۔ پس وہ لوگ جن کے دل میں ایمان اور اخلاص تو ہے مگر وصیّت کے بارہ میں سستی دکھلاتے ہیں۔ مَیں انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ وصیّت کی طرف جلدی بڑھیں ...... اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وصیّت کرنے سے ایمانی ترقی ضرور ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس زمین میں متّقی کو دفن کرے گا۔ تو جو شخص وصیّت کرتا ہے اُسے متّقی بنا بھی دیتا ہے...... اس وقت میرے نزدیک کم سے کم تحریک یہ ہونی چاہیئے کہ جماعت کا ہر فرد وصیّت کردے۔ دنیا میں ہر چیز کے مظاہرے کا ایک وقت ہوتا ہے۔ ہمارے ہاتھ سے قادیان نکل جانے کی وجہ سے دشمن کی نظریں اس وقت خاص طور پر اس امر پر لگی ہوئی ہیں، کہ بہشتی مقبرہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے، جس کیلئے یہ لوگ وصیّت کیا کرتے تھے۔ اب ہم دیکھیں گے کہ یہ لوگ کیسے وصیّت کرتے ہیں۔ اس اعتراض کو رڈ کرنے کا ہمارے پاس ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہر احمدی وصیّت کردے اور دنیا کو بتادے کہ ہمیں خدا تعالےٰ کے وعدوں پر جو ایمان اور یقین حاصل ہے وہ قادیان کے ہمارے ہاتھ سے نکلنے یا نہ نکلنے سے وابستہ نہیں بلکہ ہم ہر حالت میں اپنے ایمان پر قائم رہنے والے ہیں۔

☆ میں اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وصیت آزمائش ایمان کا ذریعہ ہے۔ وصیت پیمانہ ہے ایمان کو ناپنے کا۔ اور وصیت آئینہ ہے اپنی ایمانی شکل دیکھنے کا۔ (خطبہ جمعہ 14 مئی 1926ء فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ)

☆ ''وصیت بچوں کی ماں، جوانوں کی باپ، عورتوں کی سہاگ ہوگی''۔ (نظام نو حضرت مصلح موعودؓ)

☆ ''وصیت کی تحریک خدا کی طرف سے ہے اور اس کے ساتھ بہت سے انعامات وابستہ ہیں''۔ (حضرت مصلح موعودؓ)

☆ ''کوشش کریں کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جس نے وصیت نہ کی ہو''۔ (حضرت مصلح موعودؓ)

☆ ''نظام وصیت'' ایک عظیم نظام ہے ہر پہلو کے لحاظ سے۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ)

☆ ''اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خلیفہ کی تحریک ہے تو اس میں عظیم الشان برکتیں پڑیں گی جو آپ کے تصور سے بھی بالا ہوں گی''۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

☆ ''نظام وصیت صرف دسواں حصہ مالی قربانی کا نام نہیں۔ یہ نظام ہے زمین کی پستیوں سے اٹھا کر آسمانی رفعتوں تک پہنچانے کا۔ اور جہاں اس نظام میں مالی قربانی کی امید رکھی جاتی ہے وہاں ہر دوسرے پہلو سے ایک نمایاں بھرپور اسلامی زندگی جو ہر لحاظ سے منور ہو اور حسین ہو اور محمد ﷺ کی روحانی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں رفعتوں کی طرف لے جانے والی ہو اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والی ہو''۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ)۔

☆ ''اپنی زندگیوں کو پاک کرنے کے لئے اور اپنی اولاد کی زندگی کو پاک کرنے کے لئے وصیت کے آسمانی نظام میں شامل ہو جائیں'' (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرالعزیز)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایداللہ تعالیٰ بنصرالعزیز کی ایک خواہش

''میری خواہش ہے اور میں تحریک کرنا چاہتا ہوں کہ اس آسمانی نظام میں اپنی زندگیوں کو پاک کرنے کے لئے، اپنی نسلوں کو پاک کرنے کے لئے شامل ہوں، آگے آئیں اور کم از کم ...... پندرہ ہزار اس ایک سال میں نئی وصایا ہو جائیں تا کہ کم از کم پچاس ہزار وصایا تو ایسی ہوں جو سو سال میں ہم کہہ سکیں کہ ہوئیں ...... میری خواہش ہے کہ 2008ء میں جب خلافت احمدیہ کو قائم ہوئے انشاء اللہ تعالیٰ ایک سو سال ہو جائیں تو دنیا کے ہر ملک میں، ہر جماعت میں جو کمانے والے افراد ہیں، چندہ دہند ہیں، ان میں سے کم از کم پچاس فیصد تو ایسے ہوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس عظیم الشان نظام میں شامل ہو چکے ہوں اور روحانیت کو بڑھانے اور قربانیوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے بن چکے ہوں۔ یہ اور بھی جماعت کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک حقیر سا نذرانہ ہوگا جو جماعت خلافت کے سو سال پورے ہونے پر دے رہی ہوگی، شکرانے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر رہی ہوگی''۔ (خطاب برجلسہ سالانہ یوکے یکم اگست 2004ء)

☆ مزید فرمایا: ''صف دوم کے انصار کو تو سو فیصد شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیے''۔

(بقیہ صفحہ 21 پر ملاحظہ فرمائیں)

اپنی عبادتوں کے معیار بلند کریں

(خالد سیف اللہ خان)

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرالعزیز اپنے اکثر خطبات، تقاریر اور ارشادات میں ہمیں اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے کی تلقین فرماتے رہتے ہیں۔ عبادت کا حکم اتنا اہم ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس غرض کے لئے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ یعنی مجھے ہی اپنا معبود بنائیں۔ گویا ہمارے باقی سارے کام عبادت کے گرد ہی گھومنے کے لئے ہیں اور وہ عبادت کو قائم کرنے کے لئے اور اس کے نوکروں چاکروں کی طرح ہیں۔ یعنی ہمارے سبھی دنیا کے کام دین کے کام کے خادم ہیں۔ یہی معنے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے ہیں۔ اسلام میں پانچ عبادات مقرر ہیں اوّل کلمہ طیبہ **لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ** کو اپنی زندگیوں میں اس طرح ڈھالنا کہ ہمارے ہر کام میں اللہ ہی ہمارا اللہ ہو یعنی وہی ہمارا حقیقی معبود، محبوب اور مقصود ہو۔ اور جو بھی کام کرنے ہیں وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے طریق پر، آپ کی پیروی میں اور آپ کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق کرنے ہیں۔ یعنی ہر وقت آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو ہی پیش نظر رکھنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کلمہ کے معنے کی طرف غور کرو لا الٰہ الّا اللہ۔ انسان زبان سے اقرار کرتا ہے اور دل سے تصدیق کرتا ہے کہ میرا معبود بجز خدا کے اور کوئی نہیں۔ اللہ ایک عربی لفظ ہے اور اس کے معنے معبود اور محبوب اور اصل مقصود کے ہیں...... اس کے معنے یہ ہیں کہ جب تک خدا کو مقدم نہ کیا جاوے جب تک خدا کو مقصود نہ ٹھہرایا جاوے انسان کو نجات حاصل نہیں ہوسکتی...... جب کوئی شخص سچے طور پر کلمہ کا قائل ہو جاتا ہے تو بجز خدا کے اور کوئی اس کا پیارا نہیں رہتا، بجز خدا کے کوئی اس کا معبود نہیں رہتا اور بجز خدا کے کوئی اس کا مطلوب نہیں رہتا...... یہ کلمہ شریف ایک اللہ کے سوا تمام الٰہوں کی نفی کرتا ہے"۔

"میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پاسکتا ہے"۔

(حقیقۃ الوحی ص 64-65)

اسی کلمہ کا تقاضا ہے کہ قرآن کریم سے بہت پیار کیا جائے اس کی تلاوت باقاعدہ کی جائے اور اس کی دل و جان سے پیروی کی جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اے عزیزو سنو کہ بے قرآن
حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے
سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اس کے اوصاف کیا کروں میں بیاں
وہ تو دیتا ہے جاں کو اور اک جاں

اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔ اور یہ پانچوں ہی ضروری عبادات ہیں جن کو بجالائے بغیر کوئی شخص حقیقی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ پہلی عبادت تو کلمہ کی حقیقت سمجھ کر سارے نفسانی بتوں کو لا کے گرز سے توڑ کر خدا کے سوا سب کی نفی کرنا اور ہر بات میں خدا کو مقدم کرنا اور محمد ﷺ کے قدموں پر قدم رکھنا، پانچوں وقت نمازیں شرائط کے مطابق ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، مال پاس ہو تو زکوٰۃ دینا، اور زندگی میں ایک بار خدا کے گھر کا حج کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا ہے اور ہم جو احمدی ہیں ہم اسی عہد کے ساتھ آپ کی جماعت میں داخل ہوئے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ اور اس راہ میں جو بہت مشکل اور کٹھن راہ ہے ہم آپ کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور اس راہ میں جو بھی قربانی ہم سے طلب کی جائے گی اسے پیش کرنے کے لئے تیار رہیں گے۔ خواہ وہ جان کی ہو، مال کی ہو، وقت کی ہو، عزت کی ہو یا خود اپنے آپ کو، یا اولاد کو وقف کرنے کی صورت میں ہو۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قلم اور زبان کی روحانی جنگ میں ہم کس طرح غالب آئیں گے اور وہ کون سے ہتھیار ہیں جن کو استعمال کرکے یہ عظیم جنگ جیتنی ہے۔ کیا وہ توپیں تلوار دوسرے جنگی ہتھیار ہیں یا خودکش حملے ہیں ...... نہیں ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ وہ کوئی دوسری قسم کے ہتھیار ہیں جن کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک کو مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا بچی، لیس ہونا پڑے گا جن کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہے۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو بچو"۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 303)

فرمایا: "انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اسے التزام نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں، وہ بے شک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے۔ مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا۔ دولت منداس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں"۔ (ازالہ اوہام۔ ص440)

"روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔ روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔ نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتا ہے اس واسطے وہ افضل ہے روزے سے کشوف پیدا ہوتا ہے"۔ (ملفوظات جلد ہفتم ص379)

"صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلّی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلّی قلب سے مراد یہ ہے

کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے''۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 652)

پس نماز سب سے ضروری عبادت ہے۔ جو لوگ اپنی زندگی کا مقصد عبادت نہیں بلکہ دنیاوی چیزوں کا حصول سمجھتے ہیں اور پھر ان کی زندگی بظاہر خوشحال ہو جاتی ہے وہ نمازوں میں غافل ہو جاتے ہیں۔ اُن کو نماز میں رقّت حاصل نہیں ہوتی، نہ نماز میں کوئی مزا آتا ہے، ایک بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ سمجھتے تو وہ یہی ہیں کہ ہمیں ایمان حاصل ہے لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ سچے ایمان کی نعمت سے محروم ہیں۔ اس لئے ہم سب کو ہمیشہ نماز کے آئینہ میں بار بار اپنا چہرہ دیکھتے رہنا چاہیے۔ مومن تو خدا کے نزدیک وہ ہیں جو هُم علٰی صلواتهم يحافظون کے مصداق ہیں یعنی پورے فکر اور سنجیدگی کے ساتھ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں کہ کوئی نماز کام میں رہ نہ جائے۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متواتر ارشادات کی تعمیل میں نظام جماعت اور ذیلی تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ مستقل طور پر جائزہ لیتے رہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا تو نہیں جو فکر سے باقاعدہ نمازیں نہ پڑھتا ہو۔ کیا ہم اپنی ہر میٹنگ میں اور اجلاس میں اس کا جائزہ لیتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو فوراً اس پر عمل شروع کر دینا چاہیے۔ خدا نے نمازوں میں غفلت برتنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ یہ بہت ہی فکر والی بات ہے۔ نمازوں کو فکر سے باقاعدگی سے سنوار سنوار کر اور سمجھ سمجھ کر نہ پڑھنا غفلت میں شمار ہوتا ہے۔ خدا فرماتا ہے: فويلٌ لِلْمُصَلّين ط الّذين هُمْ عَنْ صَلواتهم ساهون (ماعون) یعنی ان نمازیوں پر ویل یعنی برائی حسرت افسوس اور ہلاکت ہے جو اپنی نمازوں میں غافل رہتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ تیس تیس برس تک برابر نماز پڑھتے ہیں پھر کورے کے کورے ہی رہتے ہیں کوئی اثر روحانیت کا اور خشوع خضوع کا ان میں پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا یہی سبب ہے کہ وہ (ایسی) نماز پڑھتے ہیں جس پر خدا تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے ایسی نمازوں کے لئے ویل آیا ہے...... اس لئے (چاہیے ناقل) نماز کو سنوار سنوار کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھے''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 643)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''نماز میں غفلت کئی طرح سے ہوتی ہے۔ نمبر ۱: بعض لوگ نماز پڑھتے ہی نہیں، رسمی طور پر مسلمان کہلاتے ہیں مگر کبھی ان کو یہ خیال نہیں آتا کہ نماز کا پڑھنا مسلمان کے واسطے فرض ہے اور جب تک وہ اپنے عین کاروبار کے درمیان وقتِ نماز آنے پر تمام دنیاوی خیالات کو بالائے طاق رکھ کر خدا تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتا تب تک اس میں اسلامی نشان نہیں پایا جاتا...... (یعنی وہ نمازی نہیں کہلاسکتا۔ ناقل)۔ نمبر ۲: وہ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں مگر کبھی کبھی جس دن کپڑے بدلے یا صبح کے وقت جب ہاتھ منہ دھویا اور نماز بھی اتفاق سے پڑھ لی۔ یا چند ایسے دوستوں میں قابو آ گئے جو نماز پڑھتے ہیں، وہاں اُن کے درمیان مجبوراً پڑھ لی۔ یہ لوگ بھی غفلت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ نمبر ۳: پھر کچھ ایسے لوگ ہیں جو پڑھتے تو ہیں مگر بسبب تکبر کے یا بسبب سستی کے، اپنے گھروں میں پڑھ لیتے ہیں۔ ہر وقت اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ جب نماز کا وقت آیا تو اسی جگہ جلدی جلدی نماز پڑھ لی گویا ایک رسم ہے جس کو ادا کرتے ہیں یا ایک عادت ہے جس کو پورا کرتے ہیں۔ مسجد میں جانا اور جماعت کو پانا ان کے نزدیک ایک بے فائدہ امر ہے۔ یہ لوگ بھی غافلین میں شامل ہیں۔ اکثر آج کل کے دنیوی رنگ میں بڑے لوگوں میں اگر کسی کو نماز کی عادت ہے (تو ایسی ہے)۔ نمبر ۴: بعض لوگ مسجد میں بھی جا کر نماز پڑھتے ہیں مگر بے دلی کے ساتھ۔ ان میں ''تعدیل ارکان کا خیال نہیں (اپنی نماز پڑھتے وقت رکوع و سجود وغیرہ کو صحیح طریق سے ادا نہیں کرتے۔ ناقل) اور خدا تعالیٰ کی طرف پوری توجہ سے نہیں جھکتے۔ جلدی جلدی نماز کو ختم کرتے ہیں۔ اور نماز کے اندر وساوس کو اور غیر خیالات کو بلاتے ہیں''۔

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 480)

پس ذاتی طور پر اور جماعتی طور پر بھی اس امر کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ کیا ہم نماز کو سنوار سنوار کر اور سمجھ سمجھ کر اور جماعت کے ساتھ، فکر کے ساتھ پڑھتے ہیں یا نہیں۔ ورنہ ہم اُن غفلت برتنے والوں میں شمار ہونگے جن کی بابت قرآن میں لکھا ہے کہ موت کے بعد جب سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا تو بوجہ غافل ہونے کے اُن کا دامن نمازوں سے خالی ہوگا اور وہ کہیں گے ہائے افسوس اور حسرت ہم پر، ہم کیوں اس طرح کی نمازیں پڑھتے رہے۔

نمازوں کی تلقین کرنے والوں سے خدا کتنا خوش ہوتا ہے!۔ قرآن میں لکھا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام خدا کے بہت پسندیدہ وجود تھے۔ کیونکہ كان يامر اهله باالصّلوٰة والزكوٰة کہ وہ اپنے اور گھر والوں اور جماعت کو کہ وہ بھی نبی کی اھل ہوتی ہے نماز اور زکوٰۃ کی تلقین کیا کرتے تھے۔

تو پھر کیا ہم بھی موعظہ حسنہ کے ذریعہ یہی کام کر کے خدا کے پسندیدہ وجود نہیں بن سکتے؟

بقیہ: نظام وصیت کی اہمیت

پس یہ فوائد، برکتیں، رحمتیں، درجات جو بیان کئے گئے ہیں۔ حسب سابق روایات مومنین اور اپنے بزرگوں کی طرح ان فرمودات کی حکمتوں کو بروقت سمجھتے ہوئے عشق حقیقی کے تقاضوں کے پیش نظر اس میدان میں یقین محکم سے بے خطر کود جائیں اور خدائے مسرور کی رضا پا کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اس رازق اور حیی و قیوم خدا کے قائم کردہ خلیفہ کے دائیں اور بائیں، آگے پیچھے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ثابت کر دیں کہ ہاں نحن انصار اللہ ہیں۔ ہماری اس اطاعت کی گونج مکفرین کے ایوانوں کی بنیادوں کو تائید ایزدی سے ہلا سکتی ہے جو ہمیں اطاعت امام سے حاصل ہوتی ہے۔ اب تک بے شمار خدائی انعامات کا ذرا تصور اپنے اذہان میں لائیے جو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر، جماعت اور اہل جماعت پر ہوئے ہیں اور اس کے دلکش اور محبت سے بھرپور سلوک کا مزا لیں۔ اور اس رحیم و کریم خدا کا شکر کرتے ہوئے مزید فضلوں میں اضافہ دیکھتے جائیے۔ اطاعت کے معراج کو پانے کے لئے امام وقت کی ہاں سے ہاں ملاتے رہئے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر آمین

جماعت احمدیہ میں شعبہ رشتہ ناطہ کی اہمیت

جماعت احمدیہ میں شعبہ رشتہ ناطہ کا آغاز سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک اور مقدس ہاتھوں سے ہوا تھا۔آپ نے اس کے آغاز کے وقت بذریعہ اشتہار یہ اعلان فرمایا:

''چونکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم اور اس کی بزرگ عنایات سے ہماری جماعت کی تعداد میں بہت ترقی ہو رہی ہے، اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ ان کے باہمی اتحاد کے بڑھانے کے لئے اور نیز ان کو اہل اقارب کے بداثر اور بدنتائج سے بچانے کے لئے لڑکیوں اور لڑکوں کے نکاح کے بارے میں کوئی احسن انتظام کیا جائے۔ اس لئے میں نے انتظام کیا ہے کہ آئندہ خاص میرے ہاتھ میں مستور اور مخفی طور پر ایک کتاب رہے جس میں اس جماعت کی لڑکیوں اور لڑکوں کے نام لکھے رہیں اور اگر کسی لڑکی کے والدین اپنے کنبہ میں ایسی شرائط کا لڑکا نہ پاویں جو اپنی جماعت کے لوگوں میں سے ہو اور نیک چلن اور نیز ان کے اطمینان کے موافق لائق ہو۔ ایسا ہی اگر ایسی لڑکی نہ پاویں تو اس صورت میں ان پر لازم ہوگا کہ وہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس جماعت میں سے تلاش کریں۔ اور ہر ایک کو تسلی رکھنی چاہئے کہ ہم والدین کے سچے ہمدرد اور غمخوار کی طرح تلاش کریں گے اور حتی الوسع یہ خیال رہے گا کہ لڑکا یا لڑکی جو تلاش کئے جائیں اہل رشتہ کے ہم قوم ہوں۔ اور یا اگر یہ نہیں تو ایسی قوم میں سے ہوں جو عرف عام کے لحاظ سے باہم رشتہ داریاں کر لیتے ہوں۔ اور سب سے زیادہ یہ خیال رہے گا کہ وہ لڑکا یا لڑکی نیک چلن اور لائق بھی ہوں اور نیک بختی کے آثار ظاہر ہوں۔ یہ کتاب پوشیدہ طور پر رکھی جائے گی اور وقتاً فوقتاً جیسی صورتیں پیش آئیں گی اطلاع دی جائے گی۔ اس لئے ہمارے مخلصوں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کی ایک فہرست اسماء (ناموں کی ایک فہرست) بقید عمر و قومیت بھیج دیں تا وہ کتاب میں درج ہو جائے''۔

(مجموعہ اشتہارات . جلد سوم. صفحہ 51-50)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ایک اعلان تھا۔ اُس کے تحت اب رشتہ ناطہ مرکز میں بھی قائم ہے، تمام دنیا میں بھی قائم ہے''۔

(الفضل ربوہ 22 دسمبر 2010ء)

پس یوکے کی جماعت کے تمام احباب جن کے بچے شادی کی عمر کو پہنچ رہے ہیں، اُن سے درخواست ہے کہ مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں اپنے بچوں کے کوائف شعبہ رشتہ ناطہ میں درج کروائیں اور جماعتی نظام کی برکات سے فائدہ اٹھائیں۔ (قیادت تربیت مجلس انصاراللہ یوکے)

ریفریشر کورسز برائے ریجنل ناظمین وزعماء اعلیٰ وزعماء وعاملہ ممبران

قیادت عمومی مجلس انصاراللہ یوکے کی طرف سے مجالس کی کارکردگی کو بہتر رنگ میں چلانے کے لئے نئے سال کے شروع میں ریجنل اور لوکل مجالس کے عہدیداروں کے لئے مختلف ریفریشر کورسز منعقد کئے گئے جن میں قائدین نے مختلف مسائل پر تبادلۂ خیال کر کے مثبت حل تلاش کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ یہ کوشش بارآور فرمائے اور ہمیں احسن رنگ میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

ایک اہم بات یہ بھی تھی کہ درج ذیل تمام ریفریشر کورسز میں صدر مجلس محترم چودھری وسیم احمد صاحب کے ہمراہ بعض نائب صدران نیز نیشنل عاملہ کے متعدد قائدین اور اُن کے نائبین نے بھی بڑی تعداد میں شرکت کی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

☆ 9/جنوری 2011ء کولندن ریجن کے لئے نورہال بیت الفتوح میں ریفریشر کورس منعقد ہوا جس میں دس مجالس کے تمام زعماء اور 91 عاملہ ممبران شامل ہوئے۔

☆ 23/جنوری 2011ء کو مسجد بیت الفتوح ریجن کا ریفریشر کورس نورہال میں منعقد ہوا جس میں دس مجالس کے زعماء اور 80 اراکین عاملہ شامل ہوئے۔

☆ 30/جنوری 2001ء کو ساؤتھ ریجن کا ریفریشر کورس مسجد بیت السبحان کرائیڈن میں منعقد ہوا جس میں سات مجالس کے زعماء اور 47 اراکین عاملہ نے شرکت کی۔

☆ 6/فروری 2011ء کو نارتھ ویسٹ ریجن کا ریفریشر کورس مسجد دارالامان مانچسٹر میں منعقد ہوا جس میں چھ مجالس کے پانچ زعماء اور 31 اراکین عاملہ شامل ہوئے۔

☆ 13/فروری 2011ء کو نارتھ ایسٹ ریجن کا ریفریشر کورس مسجد مہدی بریڈفورڈ میں منعقد ہوا جس میں گیارہ مجالس کے دس زعماء اور 46 اراکین عاملہ نے شرکت کی۔

☆ 19/فروری 2011ء کو مڈل سیکس ریجن کا ریفریشر کورس مسجد بیت النور میں منعقد ہوا جس میں سات مجالس کے چھ زعماء اور 50 اراکین عاملہ شامل ہوئے۔

☆ 20/فروری 2011ء کو ایسٹ ریجن کا ریفریشر کورس مسجد بیت الاحد ریڈبرج میں منعقد ہوا جس میں آٹھ مجالس کے زعماء اور 36 اراکین عاملہ نے شرکت کی۔

☆ 26/فروری 2011ء کو مڈلینڈ ریجن کا ریفریشر کورس مسجد دارالبرکات برمنگھم میں منعقد ہوا جس میں گیارہ مجالس کے دس زعماء اور 37 اراکین عاملہ شامل ہوئے۔

☆ 27/فروری 2011ء کو بیت النور ریجن کا ریفریشر کورس نورہال بیت الفتوح میں منعقد ہوا جس میں دس مجالس کے زعماء اور 62 اراکین عاملہ شامل ہوئے۔

☆ 13/مارچ 2011ء کو اسلام آباد ریجن کا ریفریشر کورس نورہال بیت الفتوح میں منعقد ہوا جس میں سات مجالس کے زعماء اور 13 اراکین عاملہ شامل ہوئے۔

☆ 13/مارچ 2011ء کو ساؤتھ ویسٹ ریجن کا ریفریشر کورس نورہال بیت الفتوح میں منعقد ہوا جس میں تین مجالس کا ایک زعیم اور 5 اراکین عاملہ شامل ہوئے۔

☆ 13/مارچ 2011ء کو ہرٹفورڈشائر ریجن کا ریفریشر کورس نورہال بیت الفتوح میں منعقد ہوا جس میں پانچ مجالس کے چار زعماء اور 15 اراکین عاملہ شامل ہوئے۔

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ اور مفید تحریریں شامل اشاعت کی جاتی ہیں۔ قارئین خود لکھ کر یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کر کے ہمیں کچھ بھی بھجوا سکتے ہیں۔ تحریر مختصر اور باحوالہ ہونی چاہئے۔ ہمارا پتہ ہے:
Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL

تلاش رشتہ

محترم مولانا عبدالباسط شاہد صاحب نے رشتہ کی تلاش کے حوالہ سے ایک مختصر مضمون میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جن میں خصوصیت سے رشتوں کی تلاش میں خوابوں کی اہمیت پر بہت خوبصورتی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مضمون ہدیۂ قارئین ہے:

خوابوں کی حقیقت کیا ہے؟ خواب کیوں آتے ہیں؟ بعض لوگوں کو خواب بہت زیادہ کیوں آتے ہیں؟ بعض لوگوں کو خواب نہیں آتے۔ اور خوابوں میں کوئی راہنمائی ہوتی ہے یا نہیں؟۔ یہ اور ایسے ہی بے شمار اور سوال خوابوں کے متعلق ہمیشہ ہی زیر بحث رہے ہیں۔ ماہرینِ نفسیات ان سوالوں کا جواب تلاش کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ بھی غالباً ہمیشہ ہی جاری رہے گا۔

قرآن مجید میں بھی خوابوں ذکر ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض خواب یقیناً بہت اہم ہوتے ہیں اور ان میں انسانی زندگی پر اثر انداز ہونے والے ضروری اور اس کے متعلق رہنمائی بھی ملتی ہے۔

اس مضمون میں خوابوں کی حقیقت پر بحث مدنظر نہیں ہے بلکہ دو دلچسپ باتوں کا ذکر مقصود ہے۔

ربوہ کی بات ہے ایک خاتون میری ایک عزیزہ کے ہاں تشریف لائیں۔ سواری سے اترتے ہی کہنے لگیں کہ ہاں بالکل یہی نقشہ ہے اس طرح کا مکان تھا'' گھر کے اندر داخل ہو کر بھی یہی کہتی رہی کہ ہو بہو یہ سارا نقشہ اور نظارہ وہی ہے۔ ایک بچی کو دیکھ کر پھر اُن کی یادداشت تازہ ہوگئی اور کہنے لگیں کہ بچی کی شکل اور کپڑے بھی بعینہٖ ایسے ہی تھے۔ بعد میں ان کی باتوں سے یہ وضاحت ہوئی کہ محترمہ اپنے بیٹے کا رشتہ ڈھونڈ رہی ہیں اور انہیں اپنی کوئی خواب آئی ہے۔ اور یہاں آ کر انہیں ہر بات اپنی خواب کے مطابق معلوم ہو رہی ہے۔ یہ سب کچھ تفصیل بتا کر وہ محترم گھر والوں سے فوری رضامندی کی طالب ہوئیں۔ مگر گھر والوں کی طرف سے یہ جواب سننے پر کہ انہوں نے دعا اور کوشش کی ہے مگر ہمیں بھی دعا اور سوچنے کا موقع دیں اور ہم فوری طور پر تو اس اہم بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

محترمہ کی ضرورت فوری تھی یا اپنی خواب پر یقین کی وجہ سے انہیں گھر والوں کا جواب بالکل پسند نہ آیا۔ بلکہ وہ کسی قدر یہ تأثر دینے کی بھی کوشش کرتی رہیں کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے اس طرح رہنمائی مل چکی ہے تو پھر سوچنے اور دیر کرنے کا کیا مطلب ہے۔ وہ کسی قدر ناامیدی اور مایوسی کے عالم میں وہاں سے نکل کر سیدھی حضرت بی بی ناصرہ بیگم صاحبہ (ہمارے موجودہ امام ایدہ اللہ کی والدہ محترمہ) کے پاس پہنچ گئیں اور انہیں اپنی خواب اور پھر کسی جگہ اس خواب کے مطابق جانے اور خواب میں دکھائی گئی کہ بچی تک پہنچ جانے اور اس کے والدین کے غیر متوقع ردّعمل کا ذکر کر کے اصرار کرنے لگیں کہ مہربانی کر کے اُن کو کہیں کہ وہ فوراً یہ رشتہ منظور کرلیں بلکہ رشتہ ہی کر دیں۔ حضرت سیدہ نے انہیں بہت ہی دلچسپ اور معنی خیز جواب دیا۔ وہ فرمانے لگیں کہ بی بی تم خواب دیکھ کر رشتہ پکا کر رہی ہو، کل کوئی اور خواب دیکھ کر طلاق دلوا دو گی!!!

یہاں یہ بتانے کی تو چنداں ضرورت نہیں کہ سوچ و بچار کے بعد فریقین نے اس تجویز پر زیادہ زور نہیں دیا اور بات وہاں پر ہی ختم ہوگئی۔

خواتین کے متعلق ایک اور دلچسپ بات یاد آگئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرمایا کرتے تھے کہ بعض دفعہ بعض لوگ میرے پاس آ کر کہتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ خواب میں آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میاں طاہر کے پاس جا کر اس سے اتنی رقم یا یہ چیز لے لیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایسے لوگوں کو یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ اگر حضرت مصلح موعودؓ میرے ذریعہ اُس کی مدد کرنا چاہتے تو میری خواب میں آ کر مجھے یہ ہدایت دیتے۔

ضرورتمند کی ضرورت تو کسی اور رنگ میں پوری کر دی جاتی ہوگی مگر یہ دلچسپ جواب بھی ایسی خوابوں کی حقیقت پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں کسی نے لکھا کہ حضور مجھے خواب میں ایک رشتہ کی طرف راہنمائی ہوئی ہے مگر کوشش کے باوجود وہ لوگ میری تجویز مان نہیں رہے۔ حضور نے ان کو جواب دیا: ''اور اگر وہ رشتہ دینا منظور نہیں کرتے تو آپ کسی اور جگہ رشتہ کی کوشش کریں کیونکہ خواب کے لئے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ ظاہری رنگ میں ہی پوری ہو''۔

رشتوں کی تلاش کے سلسلہ میں ایک اور مثال بھی ذہن میں آرہی ہے ممکن ہے وہ بھی کسی کے لئے کسی رنگ میں مفید ثابت ہو۔ ایک محترمہ اپنے اکلوتے بیٹے کے رشتہ کی تلاش میں یہاں لندن سے پاکستان گئیں۔ ان کا پہلا پڑاؤ کراچی تھا۔ کراچی میں ماشاء اللہ ہماری بہت بڑی جماعت ہے۔ انہوں نے اپنے ملنے والوں اور غالباً رشتہ ناطہ کی مدد سے کراچی میں متعدد رشتے دیکھے۔ وہاں سے راولپنڈی تشریف لے گئیں اور اپنی مہم جاری رکھی۔ خاکسار ان دنوں احمدیہ مسجد دہلی دروازہ لاہور میں مقیم تھا اور خاکسار نے بھی کسی قدر مدد کرنے کی کوشش کی۔ لاہور سے وہ قادیان بھی گئیں۔ انہوں نے یقیناً رشتے دیکھنے کے ساتھ ساتھ دعائیں بھی کی ہوں گی مگر ان ساری کوششوں اور تگ و دو کے بعد وہ حصول مقصد میں ناکامی کے بعد واپس تشریف لے آئیں......

جہاں تک خاکسار کو علم ہے وہ زیادہ جہیز کے لالچ میں نہیں تھیں اور یہ مسئلہ اُن کے رستہ میں روک نہیں بنا تھا۔ بلکہ ان کی آئیڈیل لڑکی کچھ تصوراتی قسم کی چیز تھی۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ رشتہ کی تلاش اور بہتر سے بہتر کی کوشش میں تو کوئی حرج نہیں تاہم دعاؤں سے کام لیتے ہوئے اور خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے یہ کام کیا جائے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور اگر کوئی کمی بھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دُور کرنے پر قادر ہے۔ اور باہم افہام و تفہیم سے زندگی کا سفر کیا جائے تو کامیابیاں اور خوشیاں بھی ضرور حاصل ہوسکتی ہیں۔

==============